فہرست مضامین

چوتھی فصل

ریا کاری کے اسباب

پانچویں فصل

ریا کاری کی علامات

چھٹی فصل

ریا کاری کی تباہ کاریاں

ساتویں فصل

وہ امور جو ریا کاری میں شمار نہیں ہوتے

آٹھویں فصل

ریا کاری کا علاج

تقریظ

(از محدث العصر، فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ، وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ، وَبَعْدُ!

اخلاص اور للّٰہیت کامل جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اعمال کی صحت کا دار و مدار اس اخلاص پر ہے۔

((عَنْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَبِيْ حَفْص عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ، وَ إِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوْ إِمْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ .)) [1]

''امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

بیشک تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، اور ہر شخص کو اس کے عمل سے وہی کچھ

[1] صحيح مسلم، كتاب الإمامة، رقم: ١٩٠٧، صحيح بخاري، كتاب بدء الوحى، رقم: ١

ملے گا جو اس نے نیت کی، چنانچہ ہجرت جیسا وقیع وعظیم الشان عمل اگر اللہ اور اس کے رسول کی رضا کی خاطر ہے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کا پورا ثواب مل جائے گا، اور اگر اس ہجرت سے حصول دنیا یا کسی عورت سے نکاح مقصود ومنوی ہے تو اس کے کھاتے میں یہی کچھ درج کر دیا جائے گا (جب کہ ہجرت کے ثواب سے وہ یکسر محروم قرار پائے گا)۔''

اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی ''صحیح'' میں روایت کیا ہے۔

بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تو اس حدیث سے اپنی کتاب کا آغاز فرمایا ہے، اور اسے خطبہ کتاب کا قائم مقام قرار دے کر یہ تنبیہ فرما دی کہ ہر وہ عمل جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو وہ باطل ہے، اس کا نہ تو دین میں کوئی ثمرہ ہے نہ آخرت میں۔

عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ''جو شخص بھی کسی کتاب کی تالیف کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اس حدیث سے آغاز کرے۔'' بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر میں نے کوئی کتاب لکھی تو اس کے ہر باب سے قبل یہ حدیث تحریر کروں گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((هٰـذَا الْـحَـدِيْـثُ ثُـلُـثُ الْـعِـلْـمِ ، وَيَدْخُلُ فِي سَبْعِيْنَ بَابًا مِنَ الْفِقْهِ)) [1]

''یعنی علم دین کا ایک تہائی حصہ اس حدیث میں موجود ہے، اور فقہ کے ستر ابواب میں اسے داخل کیا جا سکتا ہے۔''

امام ابوعبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امورِ آخرت اپنے فرمان: ((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ .)) میں، اور تمام امورِ دنیا اپنے فرمان: ((إِنَّمَا الْأَعْـمَالُ بِالنِّيَّاتِ .)) میں سمیٹ کر رکھ دیئے ہیں، اور دونوں حدیثیں ہر

[1] جامع العلوم والحکم، ص: ۱۱، ۱۲.

باب کی بنیاد ہیں۔''

امام ابوداوٗد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میرے شمار کے مطابق مسند احادیث چار ہزار ہیں، اوران چار ہزار احادیث کا مدار چار احادیث ہیں۔ (جن میں سے ایک حدیث) ((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ .)) بھی ہے۔ بلکہ امام ابوداوٗد رحمہ اللہ نے جب اپنی معروف کتاب ''سنن ابی داوٗد'' تصنیف فرمائی تو فرمایا:

''میں نے اس کتاب میں چار ہزار آٹھ سو احادیث درج کی ہیں، ان میں سے چار احادیث انسان کے دین کے لیے کافی ہیں جن میں سے پہلی حدیث ((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ .)) ذکر فرمائی۔''

اس حدیث کے ایک تہائی علم پر مشتمل ہونے کا قول علی بن مدینی، ترمذی، دارقطنی اور حمزہ الکنانی رحمہم اللہ سے بھی منقول ہے، امام بیہقی نے اس کی توجیہ اس طرح فرمائی ہے کہ بندے کا کسب وعمل دل، زبان اور بقیہ اعضاء سے ہوتا ہے، تو چونکہ دل ان اقسام ثلاثہ میں سے ایک مستقل قسم ہے اور نیت دل کا فعل ہے لہٰذا نیت دین کا تیسرا حصہ ہی بنے گی، بلکہ عمل ہمیشہ نیت کا محتاج ہوتا ہے اور کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:

((نِيَّةُ الْإِنْسَانِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلٍ .))

''انسان کی نیت عمل سے بہتر ہے۔''

ہم نے علماءِ سلف کے چند اقوال پیش کیے ہیں تا کہ اس حدیث کی عظمت واہمیت مزید واضح ہو جائے اور بیان شدہ مسئلہ کی اہمیت وضرورت مزید بڑھ جائے۔ چنانچہ اگر آپ مضمونِ حدیث پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ تمام اعمال کی صحت ومقبولیت، صحیح نیت پر موقوف ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہر وہ شخص جو نماز، روزہ، صدقہ یا کسی بھی نیکی کی صورت میں کوئی عمل کرے تو

ضروری ہے کہ عمل سے قبل نیت کر لے کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔''

فضل بن زیاد نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا بندہ نیت کس طرح کرے؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

((يُعَالِجُ نَفْسَهٗ إِذَا اَرَادَ عَمَلًا لَا يُرِيْدُ بِهِ النَّاسَ .))

''یعنی مکمل محنت اور پوری شدت کے ساتھ اپنے آپ کو آمادہ کرے کہ نیکی کرنے کا مقصد لوگوں کو دکھانا نہیں، بلکہ اللہ رب العزت کی رضا جوئی ہے۔''

کیونکہ نیت کا فساد عمل کو فاسد کر دیتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ((اِنَّمَا لِكُلِّ اِمْرِىءٍ مَا نَوٰى .)) کا مطلب یہی ہے کہ ہر عامل کے عمل کا حصہ اور نصیب اس کی نیت ہے، اگر نیت نیک ہے تو عمل بھی نیک قرار پائے گا اور اسے اس کا باقاعدہ اجر ملے گا۔ اور اگر نیت فاسد ہے تو عمل بھی فاسد قرار پائے گا، اور اسے اس کے گناہ اور بوجھ کا متحمل ہونا پڑے گا۔

اخلاص کی اہمیت مزید اجاگر کرنے کے لیے ہم چند احادیث پیش کرتے ہیں۔

مسند احمد اور سنن نسائی میں سیّدنا عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((مَنْ غَزَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَمْ يَنْوِ إِلَّا عِقَالًا فَلَهُ مَا نَوٰى)) [1]

''جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے، اور اس کی نیت حصولِ زر ہو تو اسے اس (نیت فاسدہ) کا صلہ مل جائے گا۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنی مسند میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث لائے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((إِنَّ اَكْثَرَ شُهَدَاءِ أُمَّتِيْ أَصْحَابُ الْفُرُشِ ، وَرُبَّ قَتِيْلٍ بَيْنَ صِفِّيْنَ اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِنِيَّتِهِ .)) [2]

---

[1] مسند أحمد: ٥/ ٣١٥ ، سنن نسائی: ٦/ ٢٤، صحیح الجامع الصغیر، رقم: ٦٢٧٧.

[2] مسند أحمد: ١/ ٣٩٧.

'' میری اُمت کے شہداء کی زیادہ تر تعداد بستر پر فوت ہونے والوں کی ہے، جب کہ صف معرکہ کے زیادہ تر مقتولین کی نیت اللہ خوب جانتا ہے۔''

حافظ ابن رجب نے ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع حدیث کے یہ الفاظ بھی نقل فرماتے ہیں:

((اِنَّمَا يُبْعَثُ الْمُقْتَتَلُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ .)) [1]

'' میدانِ جنگ میں لڑ کر شہید ہونے والے قیامت کے دن اپنی اپنی نیت کے مطابق اُٹھائے جائیں گے۔''

مسند احمد وغیرہ میں سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کا معنی یہ ہے:

'' جو شخص کوئی نیکی کا کام محض دنیا حاصل کرنے کے لیے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے امور و معاملات منتشر کر دیتا ہے، فقر اس کی پیشانی پر لکھ دیتا ہے، اور دنیا بھی لکھے ہوئے سے زیادہ نہیں مل پاتی، اور جو شخص اپنے عمل میں طلب آخرت کی نیت کر لیتا ہے تو اللہ رب العزت اس کے تمام امور مجتمع اور سہل بنا دیتا ہے، اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور بالآخر دنیا بھی ذلیل و رسوا ہو کر اس کے قدموں میں ڈھیر ہو جاتی ہے۔''

صحیح بخاری و مسلم میں سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع حدیث ہے:

'' تم اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے جو بھی مال خرچ کرو حتی کہ اپنی بیوی کے منہ میں کھانے کا لقمہ ڈال دو تو تمہیں ضرور اس کا ثواب عطا کیا جائے گا۔''

مسند احمد، سنن ابی داؤد اور ابن ماجہ میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے:

((مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يَبْتَغِيْ بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) [2]

---

[1] جامع العلوم والحكم، ص: ١٦.

[2] مسند احمد: ٢/ ٣٢٢، سنن ابی داؤد، رقم: ٣٦٦٤، سنن ابن ماجه، رقم: ٢٥٢.

'' جو شخص دین کا علم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے دنیا کی منفعتوں کو سمیٹنے کے لیے حاصل کرے، تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا۔''

سنن ابی داؤد میں سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی بابت دریافت فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

((إِنْ قَاتَلْتَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا بَعَثَكَ اللّٰهُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا وَإِنْ قَاتَلْتَ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا بَعَثَكَ اللّٰهُ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا .)) [1]

'' اگر تم نے صبر کے ساتھ اور صرف اللہ تعالیٰ سے اُجر لینے کی نیت سے جہاد کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا تو اللہ تمہیں اسی طرح (یعنی صابر و محتسب) اُٹھائے گا، اور اگر تم نے طلب مال اور ریاء کاری کی بنیاد پر جنگ وقتال کیا تو اللہ تمہیں روزِ قیامت حریص مال اور ریاء کار کے طور پر اُٹھائے گا۔''

سنن نسائی (۲۵/۶) میں ابو امامہ الباہلی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

'' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! ایک انسان جہاد کے لیے جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے اجر کا خواہاں بھی ہے اور شہرت و ناموری کا طالب بھی تو اسے کیا ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کچھ نہیں ملے گا۔ اس شخص نے اپنا سوال تین بار دہرایا، اور آپ نے تینوں بار یہی جواب دیا، بلکہ آخر میں فرمایا:

'' اللہ تعالیٰ بندے کا صرف وہی عمل قبول فرماتا ہے جو اس کے لیے خالص ہو، اور جس عمل سے اس کی رضاء جوئی مقصود ہو۔''

مستدرک حاکم (۱۱۰/۲) میں سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

'' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں عمل کے ایسے درجے پر فائز ہونا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی مل جائے، اور لوگوں کو بھی میرے اس درجے کا علم ہو جائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا، حتیٰ کہ

[1] سنن ابو داؤد، رقم: ۲۵۱۹.

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ ﴾ (الكهف : ١١٠)

''پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات چاہتا ہے وہ نیک عمل کرتا رہے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔''

مقصد یہ ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے عمل سے لوگ واقف اور مطلع ہوں تو یہ پروردگار کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرنا ہے، اور اس کی تائید ایک واضح اور صریح حدیث سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ مسند احمد میں سیّدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَلّٰى يُرَائِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ ، وَمَنْ صَامَ يُرَائِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ ، وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ .)) [1]

''یعنی دکھاوے کی نماز، دکھاوے کا روزہ اور دکھاوے کا صدقہ سب شرک ہے۔''

مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ میں سیّدنا ابوسعید بن ابی فضالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

''جب اللہ تعالیٰ روزِ قیامت تمام اوّلین وآخرین کو جمع فرمائے گا تو ایک منادی اعلان کرے گا جس نے اپنے عمل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا ہے (یعنی ریا کاری کی ہے) تو وہ اسی سے اس کا ثواب وصول کرے۔'' [2]

صحیح بخاری ومسلم وغیرہ کی مشہور حدیث جس میں تین افراد پر سب سے پہلے جہنم کی آگ گرم کرنے اور بھڑکانے اور انہیں الٹا گھسیٹتے ہوئے ڈالے جانے کا ذکر ہے، آپ سے مخفی نہیں ہے، وہ تین افراد کون ہیں؟

---

[1] مسند احمد: ٤/ ١٢٥.

[2] مسند احمد: ٣/ ٤٦٦، سنن ابن ماجة، رقم: ٤٢٠٣، سنن ترمذي، رقم: ٣١٥٤، وصححه ابن حبان، برقم: ٤٠٤.

۱ ریاکار عالم دین

۲ ریاکار سخی

۳ ریاکار شہید

سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث سنی تو بہت روئے حتی کہ بے ہوش ہوکر گر گئے، جب ہوش آئی تو فرمانے لگے: اللہ اور اس کے رسول کا ہر فرمان سچا ہے۔ [1]

عظیم محدث یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

((تَعَلَّمُوْا النِّيَّةَ فَإِنَّهَا أَبْلَغُ مِنَ الْعَمَلِ .))

''نیت کی حفاظت کرنا سیکھو، کیونکہ یہ عمل سے زیادہ اہم ہے۔''

داؤد الطائی فرمایا کرتے تھے: ''ہر خیر کا سرچشمہ حسن نیت ہے۔''

یوسف بن اسباط کا قول ہے: ''عاملین کے لیے طویل و عریض عبادات سے زیادہ، اخلاص نیت بھاری اور مشکل ہے۔''

سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

((مَا عَالَجْتُ شَيْئًا أَشَدَّ عَلَيَّ مِنْ نِيَّتِيْ لِأَنَّهَا تَنْقَلِبُ عَلَيَّ .))

''تمام اعمال میں مجھے سب سے زیادہ مشکل اپنی نیت کی حفاظت میں پیش آتی ہے، کیونکہ یہ بدلتی رہتی ہے۔''

سہل بن عبداللہ کا قول ہے: ''نفس پر سب سے مشکل اور گراں چیز اخلاص ہے، کیونکہ اس میں نفس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔''

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

((رُبَّ عَمَلٍ صَغِيْرٍ تُعْظِمُهُ النِّيَّةُ .))

''بہت سے چھوٹے اعمال کو نیت عظیم الشان بنا دیتی ہے، (اور بہت سے بڑے

---

[1] صحيح مسلم، رقم: ١٩٠٥، مسند أحمد: ٢/ ٣٢٢، سنن نسائي، رقم: ٢٣/٦، سنن ترمذی، رقم: ٢٣٨٢.

اعمال کو نیت حقیر وصغیر بنا دیتی ہے۔)''

قاضی فضیل بن عیاض، قولہ تعالیٰ: ﴿ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ (الملك : ۱) ...... میں ''احسن'' عمل کی تفسیر فرماتے ہیں کہ وہ اخلص (بالکل خالص) اور اُصوب (بالکل درست) ہوتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں: عمل اگر خالص ہو لیکن درست نہ ہو تو بھی عنداللہ مقبول نہیں ہوتا۔ خالص کا معنی یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور درست کا معنی یہ ہے کہ سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہو۔

نافع بن حبیب رحمہ اللہ سے کسی نے کہا: ایک مسلمان بھائی کا جنازہ آیا ہے کیوں نہ پڑھ لیا جائے؟ آپ نے فرمایا: ٹھہرو، میں ذرا نیت کرلوں، چنانچہ تھوڑی دیر کچھ سوچتے رہے، پھر فرمایا: اب چلو۔

زید بن ابی حبیب سے سفیان بن سعید الثوری نے حدیث سنانے کو کہا، لیکن یزید بن ابی حبیب خاموش بیٹھے رہے، جب سفیان کا اصرار اور تقاضا بڑھا تو فرمانے لگے:

((لَا حَتَّى تَجِيْئَ النِّيَّةُ .))

''نہیں ابھی نہیں ذرا نیت درست کرنے دو۔''

میں نے یہ احادیث رسول ﷺ اور اقوال سلف اس قدر وضاحت وطوالت کے ساتھ اس لیے عرض کیے ہیں تا کہ آپ کو اخلاصِ نیت کی حقیقت وعظمت کا بخوبی ادراک ہو جائے۔ اخلاص کے بغیر جو بھی عمل ہوگا وہ غیر مقبول، بے برکت و بے ثمر ہوگا، جبکہ روزِ قیامت ﴿ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا. ﴾ اور ﴿ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ﴾ کا نمونہ پیش کر رہا ہوگا۔

اخلاص سے خالی عمل (خواہ کتنا ہی بڑا ہو) نہ صرف یہ کہ قابل قبول نہیں ہوسکتا بلکہ بندے کی ہلاکت، بربادی اور تباہی کا باعث بن جاتا ہے، بلکہ سب سے پہلے جہنم کا لقمہ بننے کا سبب بن جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

اس کے برعکس وہ عمل جو اخلاص کی دولت سے مالا مال ہو (خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو) مقبول بھی ہوگا، محفوظ بھی ہوگا اور قیامت کے قائم ہونے تک دھیرے دھیرے بڑھایا جاتا رہے گا۔

صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق بندے کی اخلاص سے خرچ کی ہوئی کھجور اُحد پہاڑ کے برابر پہنچ چکی ہوگی۔

عالم دین، سخی اور شہید کو اخلاص کے فقدان پر جہنم میں ڈال دینے والی بے پرواہ و قادر مطلق ذات کے ہاں مخلصانہ عمل کی اتنی پذیرائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے بندے کے نامہ اعمال میں اس کی یہ نیکی بھی درج دیکھی جو اس نے راستے سے پتھر کو چلتے ہوئے ٹھوکر مار کر ہٹا دینے کی صورت میں انجام دی۔

﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴾...... تیرا پروردگار بھولنے والا نہیں۔''

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے ہر عمل کو زیورِ اخلاص سے آراستہ اور نورِ للّٰہیت سے منور کر لیں اور ایسا کیوں نہ کریں جبکہ ہمیں معلوم ہو چکا کہ اخلاصِ نیت وللّٰہیت قبول عمل کی اساسی شرط ہے۔

نماز، روزہ، صدقہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور دیگر تمام فرائض و نوافل اسی بنیاد پر قابل قبول ٹھہریں گے، ورنہ ان پہاڑ جیسے اعمال کی رائی کے دانے کے برابر بھی قیمت نہیں بنے گی۔ مسند اُحمد (۱۳۴/۲) میں حدیث ہے:

عَنِ ابْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَشِّرْ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِالسَّنَاءِ، والتَّـكْـمِيْـنَ فِيْ البِلَادِ وَالنَّصْرِ، وَالرِّفْعَةِ فِيْ الدِّيْنِ، وَمَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعَمَلِ الْاٰخِرَةِ لِلدُّنْيَا فَلَيْسَ لَهُ فِيْ الْاٰخِرَةِ نَصِيْبٌ .))

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس امت کو اچھی ثناء، عزت ورفعت اور تمام زمین پر غلبہ پا لینے کی بشارت دے دو، لیکن جس نے خالص آخرت والا یہ عمل دنیا کی خاطر کیا تو اسے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ملے گا۔''

نبی ﷺ کی اس بشارت کی صداقت ایک ٹھوس اور اظہر من الشمس حقیقت ہے جس کا ذرہ برابر انکار ممکن نہیں ہے، لہٰذا جب پوری زمین کے غلبہ، سلطنت اور تمکین کے وعدے

موجود ہیں اوراس مقدس اور پاکیزہ عمل کو دنیا کے مال، یا تنظیم یا منصب کی خاطر انجام دینے والے ریا کار کے لیے آخرت میں مکمل محرومی کی وعیدیں موجود ہیں تو کیوں نہ ہم صرف اخلاص وتقویٰ اور تعلق باللہ پر توجہ دیں اور جھوٹ، مبالغہ آمیزی یا شہرت پسندی جیسے مذموم، ہتھکنڈوں کی بجائے رب ذوالجلال کی رضاء جوئی کو اپنا نصب العین اور ہدفِ حقیقی قرار دے لیں، کیونکہ مکمل فتح ونصرت اور غلبہ اُرض کے نبوی وعدے بہرحال موجود ہیں، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمادیا:

((يَبْلُغُ هٰذَا الدِّيْنُ مَا بَلَغَ اللَّيْلُ .)) طبرانی کبیر

''جہاں جہاں تک رات پہنچتی ہے، وہاں وہاں تک یہ دین پہنچے گا۔''

تو یہ دین دنیا کے کونے کونے میں پہنچ اور چھا کر رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لہٰذا ہم جادۂ مستقیم سے کیوں انحراف کریں؟ قوانین کتاب وسنت اور اسوۂ رسول ﷺ کو کیوں ترک کریں؟

ہمیں چاہیے کہ اللہ ربّ العزت کی رضا جوئی کو اپنا مقصد حیات بنالیں اور اپنے آپ کو باور کرالیں کہ یہی وہ ''عروۃ الوثقیٰ'' ہے، جس کے چھوٹنے سے ہم تائید ایزدی سے محروم قرار پائیں گے جبکہ اسے تھامے رہنے سے اللہ کی نصرت، محبت اور رحمت ہمیشہ میسر رہے گی۔

ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو اخلاص کے فضائل اور ریا کاری کے اسباب، علامات اور مذمت کے حوالہ سے صرف صحیح اور ثابت احادیث پر مشتمل ہو۔

چنانچہ عالم عرب کے ایک سلفی عالم شیخ سلیم بن عید الہلالی نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بڑے احسن انداز سے اس ضرورت کو پورا کردیا۔ چنانچہ ''الرياء وذمة'' نامی کتاب اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ فجزاء الله عنها وعن المسلمين خير الجزاء۔ تو ہمارے انتہائی قابل احترام دوست ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی حفظہ اللہ نے اس کا ترجمہ کروا کے اُردو خواں طبقہ پر ایک عظیم احسان فرمایا ہے۔ جعل الله عمله هذا فی ميزان حسناته يوم القيامة۔

تصحیح اور نظر ثانی کا کام حافظ حامد محمود الخضری حفظہ اللہ نے سرانجام دیا ہے بحمد للہ۔ یہ کام انتہائی نافع اور مبارک ہے۔ اصحاب انصار السنہ پبلی کیشنز اس علمی سفر کی طباعت پر مبارک باد اور تعریف وستائش کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف، مترجم، ناشر اور معاونین سب کو اجر جزیل عطا فرمائے اور اس کے نفع کو عام کر دے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وهل طاعته اجمعين .

وكتبه

عبداللہ ناصر رحمانی

سرپرست انصار السنۃ پبلی کیشنز، لاہور

فہرست مضامین

چوتھی فصل

ریاکاری کے اسباب

پانچویں فصل

ریاکاری کی علامات

چھٹی فصل

ریاکاری کی ہلاکتیں

ساتویں فصل

وہ امور جو ریاکاری میں شمار نہیں ہوتے

آٹھویں فصل

ریاکاری کا علاج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

(از محدث العصر، فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلىٰ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ، وَعَلىٰ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلىٰ يَوْمِ الدِّيْنِ ، وَبَعْدُ!

اخلاص اور للّٰہیت کا مل جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اعمال کی صحت کا دار و مدار اس اخلاص پر ہے۔

((عَنْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَبِيْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ، وَ إِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى ، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوْ إِمْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ .)) [1]

''امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

بیشک تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، اور ہر شخص کو اس کے عمل سے وہی کچھ ملے گا جو اس نے نیت کی، چنانچہ ہجرت جیسا وقیع وعظیم الشان عمل اگر اللہ اور اس

[1] صحيح مسلم، كتاب الإمامة، رقم: ١٩٠٧ـ صحيح بخاري، كتاب بدء الوحي، رقم: ١

کے رسول کی رضا کی خاطر ہے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کا پورا ثواب مل جائے گا، اور اگر اس ہجرت سے حصول دنیا یا کسی عورت سے نکاح مقصود ومنوی ہے تو اس کے کھاتے میں یہی کچھ درج کر دیا جائے گا (جب کہ ہجرت کے ثواب سے وہ یکسر محروم قرار پائے گا)۔''

اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی ''صحیح'' میں روایت کیا ہے۔

بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تو اس حدیث سے اپنی کتاب کا آغاز فرمایا ہے، اور اسے خطبہ کتاب کا قائم مقام قرار دے کر یہ تنبیہ فرما دی کہ ہر وہ عمل جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو وہ باطل ہے، اس کا نہ تو دین میں کوئی ثمرہ ہے نہ آخرت میں۔

عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ''جو شخص بھی کسی کتاب کی تالیف کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اس حدیث سے آغاز کرے۔''

بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ ''اگر میں نے کوئی کتاب لکھی تو اس کے ہر باب سے قبل یہ حدیث تحریر کروں گا۔''

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((هٰـذَا الْـحَـدِيْـثُ ثُـلُـثُ الْـعِـلْـمِ ، وَيَدْخُلُ فِيْ سَبْعِيْنَ بَابًا مِنَ الْفِقْهِ)) [1]

''یعنی علم دین کا ایک تہائی حصہ اس حدیث میں موجود ہے، اور فقہ کے ستر ابواب میں اسے داخل کیا جا سکتا ہے۔''

امام ابوعبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امورِ آخرت اپنے فرمان: ((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ .)) میں، اور تمام امورِ دنیا اپنے فرمان: ((إِنَّمَا الْأَعْـمَالُ بِالنِّيَّاتِ .)) میں سمیٹ کر رکھ دیئے ہیں، اور دونوں حدیثیں ہر

[1] جامع العلوم والحكم، ص: ١١، ١٢.

باب کی بنیاد ہیں۔''

امام ابوداوٗد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میرے شمار کے مطابق مسند احادیث چار ہزار ہیں، اور ان چار ہزار احادیث کا مدار چار احادیث ہیں۔ (جن میں سے ایک حدیث) ((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ .)) بھی ہے۔

بلکہ امام ابوداوٗد رحمہ اللہ نے جب اپنی معروف کتاب ''سنن ابی داوٗد'' تصنیف کی تو فرمایا:

''میں نے اس کتاب میں چار ہزار آٹھ سو احادیث درج کی ہیں، ان میں سے چار احادیث انسان کے دین کے لیے کافی ہیں''

جن میں سے پہلی حدیث ((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ .)) ذکر فرمائی۔ اس حدیث کے ایک تہائی علم پر مشتمل ہونے کا قول علی بن مدینی، ترمذی، دارقطنی اور حمزہ الکنانی رحمہم اللہ سے بھی منقول ہے، امام بیہقی نے اس کی توجیہ اس طرح فرمائی ہے کہ بندے کا کسب وعمل دل، زبان اور بقیہ اعضاء سے ہوتا ہے، تو چونکہ دل ان اقسام ثلاثہ میں سے ایک مستقل قسم ہے اور نیت دل کا فعل ہے لہٰذا نیت دین کا تیسرا حصہ ہی بنے گی، بلکہ عمل ہمیشہ نیت کا محتاج ہوتا ہے اور کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:

((نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ .))[1]

''بندۂ مومن کی نیت عمل سے بہتر ہے۔''

ہم نے علماء سلف کے چند اقوال پیش کیے ہیں تا کہ اس حدیث کی عظمت واہمیت مزید واضح ہو جائے اور بیان شدہ مسئلہ کی اہمیت وضرورت مزید بڑھ جائے۔ چنانچہ اگر آپ مضمونِ حدیث پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ تمام اعمال کی صحت ومقبولیت، صحیح نیت پر موقوف ہے۔

---

[1] معجم کبیر ۵۲۵/۳، رقم: ۵۸۰۹.

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہر وہ شخص جو نماز، روزہ، صدقہ یا کسی بھی نیکی کی صورت میں کوئی عمل کرے تو ضروری ہے کہ عمل سے قبل نیت کر لے کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''تمام اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے۔''

فضل بن زیاد نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا بندہ نیت کس طرح کرے؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

((يُعَالِجُ نَفْسَهُ إِذَا اَرَادَ عَمَلًا لَا يُرِيْدُ بِهِ النَّاسَ .))

''یعنی مکمل محنت اور پوری شدت کے ساتھ اپنے آپ کو آمادہ کرے کہ نیکی کرنے کا مقصد لوگوں کو دکھانا نہیں، بلکہ اللہ رب العزت کی رضا جوئی ہے۔''

کیونکہ نیت کا فساد عمل کو فاسد کر دیتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے فرمان: ((إِنَّمَا لِكُلِّ إِمْرِیءٍ مَا نَوٰی .)) کا مطلب یہی ہے کہ ہر عامل کے عمل کا حصہ اور نصیب اس کی نیت ہے، اگر نیت نیک ہے تو عمل بھی نیک قرار پائے گا اور اسے اس کا باقاعدہ اجر ملے گا۔ اور اگر نیت فاسد ہے تو عمل بھی فاسد قرار پائے گا، اور اسے اس کے گناہ اور بوجھ کا متحمل ہونا پڑے گا۔

اخلاص کی اہمیت مزید اجاگر کرنے کے لیے ہم چند احادیث پیش کرتے ہیں۔

مسند احمد اور سنن نسائی میں سیّدنا عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((مَنْ غَزَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَلَمْ يَنْوِ إِلَّا عِقَالًا ، فَلَهُ مَا نَوٰى)) [1]

''جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے، اور اس کی نیت حصولِ زر ہو تو اسے اس (نیت فاسدہ) کا صلہ مل جائے گا۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنی مسند میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث لائے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((إِنَّ اَكْثَرَ شُهَدَاءِ أُمَّتِيْ أَصْحَابُ الْفُرُشِ ، وَرُبَّ قَتِيْلٍ بَيْنَ صِفَّيْنَ اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِنِيَّتِهِ .)) [2]

---

[1] مسند أحمد: ٥/ ٣١٥۔ سنن نسائی، رقم: ٣١٣٨ و ٣١٣٩۔ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ٦٢٧٧.

[2] مسند أحمد: ١/ ٣٩٧.

''میری اُمت کے شہداء کی زیادہ تر تعداد بستر پر فوت ہونے والوں کی ہے، جب کہ صف معرکہ کے زیادہ تر مقتولین کی نیت اللہ خوب جانتا ہے۔''

حافظ ابن رجب نے ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع حدیث کے یہ الفاظ بھی نقل فرمائے ہیں:

((اِنَّمَا یُبْعَثُ الْمُقْتَتَلُوْنَ عَلٰی نِیَّاتِهِمْ .)) ❶

''میدانِ جنگ میں لڑ کر شہید ہونے والے قیامت کے دن اپنی اپنی نیت کے مطابق اُٹھائے جائیں گے۔''

مسند احمد وغیرہ میں سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کا معنی یہ ہے:

''جو شخص کوئی نیکی کا کام محض دنیا حاصل کرنے کے لیے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے امور و معاملات منتشر کر دیتا ہے، فقر اس کی پیشانی پر لکھ دیتا ہے، اور دنیا بھی لکھے ہوئے سے زیادہ نہیں مل پاتی، اور جو شخص اپنے عمل میں طلب آخرت کی نیت کر لیتا ہے تو اللہ رب العزت اس کے تمام امور مجتمع اور سہل بنا دیتا ہے، اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور بالآخر دنیا بھی ذلیل و رسوا ہو کر اس کے قدموں میں ڈھیر ہو جاتی ہے۔'' ❷

صحیح بخاری و مسلم میں سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع حدیث ہے:

''تم اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے جو بھی مال خرچ کرو حتی کہ اپنی بیوی کے منہ میں کھانے کا لقمہ ڈال دو تو تمہیں ضرور اس کا ثواب عطا کیا جائے گا۔'' ❸

مسند احمد، سنن ابی داؤد اور ابن ماجہ میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے:

((مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا یُبْتَغٰی بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ، لَا یَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِیُصِیْبَ عَرَضًا مِنَ الدُّنْیَا، لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ .)) ❹

---

❶ جامع العلوم والحكم، ص: ١٦.

❷ مسند احمد ٥/١٨٣ـ سنن ابن ماجه، رقم: ٤١٠٥.

❸ صحيح بخاری، كتاب الإيمان، رقم: ٥٦ـ صحيح مسلم، رقم: ١٦٢٨.

❹ مسند احمد: ٢/ ٣٢٢ـ سنن ابی داؤد، رقم: ٣٦٦٤ـ سنن ابن ماجه، رقم: ٢٥٢.

''جو شخص دین کا علم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے دنیا کی منفعتوں کو سمیٹنے کے لیے حاصل کرے، تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔''

سنن ابی داؤد میں سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی بابت دریافت فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

((إِنْ قَـاتَـلْـتَ صَـابِرًا مُحْتَسِبًا بَعَثَكَ اللّٰهُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا ، وَإِنْ قَاتَلْتَ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا بَعَثَكَ اللّٰهُ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا .)) [1]

''اگر تم نے صبر کے ساتھ اور صرف اللہ تعالیٰ سے اُجر لینے کی نیت سے جہاد کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا تو اللہ تمہیں اسی طرح (یعنی صابر ومحتسب) اُٹھائے گا۔ اور اگر تم نے طلب مال اور ریاء کاری کی بنیاد پر جنگ وقتال کیا تو اللہ تمہیں روزِ قیامت حریص مال اور ریاء کار کے طور پر اُٹھائے گا۔''

سنن نسائی (۲۵/۶) میں ابوامامہ الباہلی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

''ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! ایک انسان جہاد کے لیے جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے اجر کا خواہاں بھی ہے اور شہرت وناموری کا طالب بھی تو اسے کیا ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کچھ نہیں ملے گا۔ اس شخص نے اپنا سوال تین بار دھرایا، اور آپ نے تینوں بار یہی جواب دیا، بلکہ آخر میں فرمایا:

''اللہ تعالیٰ بندے کا صرف وہی عمل قبول فرماتا ہے جو اس کے لیے خالص ہو، اور جس عمل سے اس کی رضاء جوئی مقصود ہو۔''

مستدرک حاکم (۱۱۰/۲) میں سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

''ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں عمل کے ایسے درجے پر فائز ہونا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی مل جائے، اور لوگوں کو بھی میرے اس درجے کا علم ہو جائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا، حتی کہ

[1] سنن ابو داؤد، رقم: ۲۵۱۹.

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿١١٠﴾﴾ (الکھف: ۱۱۰)

''پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات چاہتا ہے وہ نیک عمل کرتا رہے، اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔''

مقصد یہ ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے عمل سے لوگ واقف اور مطلع ہوں تو یہ پروردگار کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرنا ہے، اور اس کی تائید ایک واضح اور صریح حدیث سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ مسند احمد میں سیّدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَـنْ صَلّٰى يُرَائِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ ، وَمَنْ صَامَ يُرَائِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ ، وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ .)) [1]

''یعنی دکھاوے کی نماز، دکھاوے کا روزہ اور دکھاوے کا صدقہ سب شرک ہے۔''

مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ میں سیّدنا ابوسعید بن ابی فضالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

''جب اللہ تعالیٰ روزِ قیامت تمام اوّلین وآخرین کو جمع فرمائے گا تو ایک منادی اعلان کرے گا جس نے اپنے عمل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا ہے (یعنی ریاکاری کی ہے) تو وہ اسی سے اس کا ثواب وصول کرے۔'' [2]

صحیح بخاری ومسلم وغیرہ کی مشہور حدیث جس میں تین افراد پر سب سے پہلے جہنم کی آگ گرم کرنے اور بھڑکانے اور انہیں الٹا گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈالے جانے کا ذکر ہے، آپ سے مخفی نہیں ہے، وہ تین افراد کون ہیں؟

[1] مسند احمد: ٤/ ١٢٥.

[2] مسند احمد: ٣/ ٤٦٦۔ سنن ابن ماجة، رقم: ٤٢٠٣۔ سنن ترمذي، رقم: ٣١٥٤۔ وصححه ابن حبان، برقم: ٤٠٤.

۱ ریاکار عالم دین

۲ ریاکار سخی

۳ ریاکار شہید

سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث سنی تو بہت روئے حتی کہ بے ہوش ہو کر گر گئے، جب ہوش آئی تو فرمانے لگے: اللہ اور اس کے رسول کا ہر فرمان سچا ہے۔ [1]

عظیم محدث یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

((تَعَلَّمُوْا النِّیَّةَ فَإِنَّهَا أَبْلَغُ مِنَ الْعَمَلِ .))

''نیت کی حفاظت کرنا سیکھو، کیونکہ یہ عمل سے زیادہ اہم ہے۔''

داؤد الطائی فرمایا کرتے تھے: ''ہر خیر کا سرچشمہ حسن نیت ہے۔''

یوسف بن اسباط کا قول ہے: ''عاملین کے لیے طویل وعریض عبادات سے زیادہ، اخلاص نیت بھاری اور مشکل ہے۔''

سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

((مَا عَالَجْتُ شَیْئًا أَشَدَّ عَلَیَّ مِنْ نِیَّتِیْ ، لِأَنَّهَا تَنْقَلِبُ عَلَیَّ .))

''تمام اعمال میں مجھے سب سے زیادہ مشکل اپنی نیت کی حفاظت میں پیش آتی ہے، کیونکہ یہ بدلتی رہتی ہے۔''

سہل بن عبداللہ کا قول ہے: ''نفس پر سب سے مشکل اور گراں چیز اخلاص ہے، کیونکہ اس میں نفس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔''

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

((رُبَّ عَمَلٍ صَغِیْرٍ تُعْظِمُهُ النِّیَّةُ ، وَرُبَّ عَمَلٍ كَبِیْرٍ تُصَغِّرُهُ النِّیَّةُ .))

''بہت سے چھوٹے اعمال کو نیت عظیم الشان بنا دیتی ہے، اور بہت سے بڑے

---

[1] صحیح مسلم، رقم: ۱۹۰۵۔ مسند أحمد: ۲/ ۳۲۲۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۳۸۲۔ صحیح ابن خزیمه، رقم: ۲۴۸۲.

اعمال کو نیت حقیر وصغیر بنا دیتی ہے۔''

قاضی فضیل بن عیاض، قولہ تعالیٰ: ﴿ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ (الملك: ١)...... میں ''احسن عمل'' کی تفسیر فرماتے ہیں کہ وہ اخلص (بالکل خالص) اور اَصوب (بالکل درست) ہوتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں: عمل اگر خالص ہو لیکن درست نہ ہو تو بھی عنداللہ مقبول نہیں ہوتا۔ خالص کا معنی یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور درست کا معنی یہ ہے کہ سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہو۔

نافع بن حبیب رحمہ اللہ سے کسی نے کہا: ایک مسلمان بھائی کا جنازہ آیا ہے کیوں نہ پڑھ لیا جائے؟ آپ نے فرمایا: ٹھہرو، میں ذرا نیت کرلوں، چنانچہ تھوڑی دیر کچھ سوچتے رہے، پھر فرمایا: اب چلو۔ [1]

زید بن ابی حبیب سے سفیان بن سعید الثوری نے حدیث سنانے کو کہا، لیکن یزید بن ابی حبیب خاموش بیٹھے رہے، جب سفیان کا اصرار اور تقاضا بڑھا تو فرمانے لگے:

((لَا حَتَّى تَجِيْئَ النِّيَّةُ .))

''نہیں ابھی نہیں ذرا نیت درست کرنے دو۔''

یہ احادیث رسول ﷺ اور اقوال سلف اس قدر وضاحت وطوالت کے ساتھ اس لیے عرض کیے ہیں تا کہ آپ کو اخلاصِ نیت کی حقیقت وعظمت کا بخوبی ادراک ہو جائے۔ اخلاص کے بغیر جو بھی عمل ہوگا وہ غیر مقبول، بے برکت و بے ثمر ہوگا، جبکہ روزِ قیامت ﴿ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا . ﴾ اور ﴿ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ﴾ کا نمونہ پیش کر رہا ہوگا۔

اخلاص سے خالی عمل (خواہ کتنا ہی بڑا ہو) نہ صرف یہ کہ قابل قبول نہیں ہوسکتا بلکہ بندے کی ہلاکت، بربادی اور تباہی کا باعث بن جاتا ہے، بلکہ سب سے پہلے جہنم کا لقمہ بننے کا سبب بن جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

اس کے برعکس وہ عمل جو اخلاص کی دولت سے مالا مال ہو (خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو) مقبول بھی ہوگا، محفوظ بھی ہوگا اور قیامت کے قائم ہونے تک دھیرے دھیرے بڑھایا جاتا رہے گا۔

---

[1] جامع العلوم والحكم، ص: ١٧-١٨.

صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق بندے کی اخلاص سے خرچ کی ہوئی کھجور اُحد پہاڑ کے برابر پہنچ چکی ہوگی۔

عالم دین، سخی اور شہید کو اخلاص کے فقدان پر جہنم میں ڈال دینے والی بے پرواہ و قادر مطلق ذات کے ہاں مخلصانہ عمل کی اتنی پذیرائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے بندے کے نامہ اعمال میں اس کی یہ نیکی بھی درج دیکھی جو اس نے راستے سے پتھر کو چلتے ہوئے ٹھوکر مار کر ہٹا دینے کی صورت میں انجام دی۔

﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴾......تیرا پروردگار بھولنے والا نہیں۔''

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے ہر عمل کو زیورِ اخلاص سے آراستہ اور نورِ للّٰہیت سے منور کرلیں اور ایسا کیوں نہ کریں جبکہ ہمیں معلوم ہو چکا کہ اخلاصِ نیت وللّٰہیت قبول عمل کی اساسی شرط ہے۔

نماز، روزہ، صدقہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور دیگر تمام فرائض و نوافل اسی بنیاد پر قابل قبول ٹھہریں گے، ورنہ ان پہاڑ جیسے اعمال کی رائی کے دانے کے برابر بھی قیمت نہیں بنے گی۔ مسند اُحمد (۲/۱۳۴) میں حدیث ہے:

عَنِ ابْنِ كَعْبٍ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَشِّرْ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِالسَّنَاءِ، والتَّـكْـمِيْـنَ فِيْ البِلَادِ وَالنَّصْرِ، وَالرِّفْعَةِ فِيْ الدِّيْنِ، وَمَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعَمَلِ الْاٰخِرَةِ لِلدُّنْيَا فَلَيْسَ لَهٗ فِيْ الْاٰخِرَةِ نَصِيْبٌ .))

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس امت کو اچھی ثناء، عزت ورفعت اور تمام زمین پر غلبہ پالینے کی بشارت دے دو، لیکن جس نے خالص آخرت والا یہ عمل دنیا کی خاطر کیا تو اسے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ملے گا۔''

نبی ﷺ کی اس بشارت کی صداقت ایک ٹھوس اور اظہر من الشمس حقیقت ہے جس کا ذرہ برابر انکار ممکن نہیں ہے، لہٰذا جب پوری زمین کے غلبہ، سلطنت اور تمکین کے وعدے

موجود ہیں اوراس مقدس اور پاکیزہ عمل کو دنیا کے مال، یا تنظیم یا منصب کی خاطر انجام دینے والے ریا کار کے لیے آخرت میں مکمل محرومی کی وعیدیں موجود ہیں تو کیوں نہ ہم صرف اخلاص وتقویٰ اور تعلق باللہ پر توجہ دیں اور جھوٹ، مبالغہ آمیزی یا شہرت پسندی جیسے مذموم، ہتھکنڈوں کے بجائے رب ذوالجلال کی رضاء جوئی کو اپنا نصب العین اور ہدفِ حقیقی قرار دے لیں، کیونکہ مکمل فتح ونصرت اور غلبہ اُرض کے نبوی وعدے بہرحال موجود ہیں، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمادیا:

((يَبْلُغُ هٰذَا الدِّيْنُ مَا بَلَغَ اللَّيْلُ .))[1]

''جہاں جہاں تک رات پہنچتی ہے، وہاں وہاں تک یہ دین پہنچے گا۔''

تو یہ دین دنیا کے کونے کونے میں پہنچ اور چھا کر رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لہٰذا ہم جادۂ مستقیم سے کیوں انحراف کریں؟ قوانین کتاب وسنت اور اسوۂ رسول ﷺ کو کیوں ترک کریں؟

ہمیں چاہیے کہ اللہ ربّ العزت کی رضا جوئی کو اپنا مقصد حیات بنالیں اور اپنے آپ کو باور کرالیں کہ یہی وہ ''عروۃ الوثقیٰ'' ہے، جس کے چھوٹنے سے ہم تائید ایزدی سے محروم قرار پائیں گے جبکہ اسے تھامے رہنے سے اللہ کی نصرت، محبت اور رحمت ہمیشہ میسر رہے گی۔

ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو اخلاص کے فضائل اور ریاکاری کے اسباب، علامات اور مذمت کے حوالہ سے صرف صحیح اور ثابت احادیث پر مشتمل ہو۔

چنانچہ عالم عرب کے ایک سلفی عالم شیخ سلیم بن عید الہلالی نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بڑے احسن انداز سے اس ضرورت کو پورا کردیا۔ چنانچہ ''الرياء، ذمهُ و أثره السئى فى الأمة'' نامی کتاب اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ فجزاه الله عنها وعن المسلمين خير الجزاء۔ تو ہمارے انتہائی قابل احترام دوست ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی حفظہ اللہ نے اس کا ترجمہ کرواکے اُردوخواں طبقہ پر ایک عظیم احسان فرمایا ہے۔ جعل

[1] طبرانی کبیر.

الله عمله هذا فی میزان حسناته یوم القیامة .

تصحیح اور نظر ثانی کا کام ہمارے فاضل دوست حافظ حامد محمود الخضری حفظہ اللہ ''رفیق انصار السنہ پبلی کیشنز'' نے سرانجام دیا ہے بحمد للہ۔ یہ کام انتہائی نافع اور مبارک ہے۔ اصحاب ''انصار السنہ پبلی کیشنز'' اس علمی سفر کی طباعت پر مبارک باد اور تعریف و ستائش کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف، مترجم، ناشر اور معاونین سب کو اجر جزیل عطا فرمائے اور اس کے نفع کو عام کردے۔

وصلی اللّٰه علی نبینا محمد وعلی آله وصحبه وأهل طاعته اجمعین .

وکتبه

عبداللہ ناصر رحمانی

سرپرست۔ انصار السنۃ پبلی کیشنز، لاہور

مقدمۂ مؤلف

إِنَّ الْحمد للّٰه نحمده، ونستعينهٗ، ونستغفرهُ، وَنعوذ باللّٰه من شرور أنفسنا، ومن سيأت أعمالنا، من يهده اللّٰه فلا مضلّ له ومن يضلل فلا هادى لهٗ، وأشهد أن لا إله إلا اللّٰه وحدهٗ لا شريك له، وأشهد أنّ محمداً عبدهٗ ورسولهٗ، أمّا بعد!

بلاشبہ نفوس کی تربیت اور ان کا تزکیہ کرنے کا سب سے بڑا اسلامی اور ربانی طریقہ یہ ہے کہ سیرت و کردار کے تمام مظاہر و تعلقات، شعور انسانی کے تمام محرکات و اسباب اور تمام باہمی روابط و تعلقات کو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں وحدانیت کے بعد اس کے بندوں کے ساتھ ایسی نیکی اور احسان کا درجہ ہے، جو قرآن مجید کی اس آیت کا مصداق ہو۔

﴿لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝﴾ (الدّھر: ۹)

''ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔''

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے کی وجہ سے آدمی متکبر، مغرور اور بخیل بن جاتا ہے۔ مزید برآں دوسرے لوگوں کو بھی بخیلی اور کنجوسی کا حکم دیتا ہے، اور اس پر اللہ تعالیٰ کے جو جو احسانات و انعامات ہوتے ہیں انہیں چھپا چھپا کر رکھتا ہے، اور اس کی اس گھٹیا حرکت کے آثار اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب وہ کسی پر احسان کرتا ہے، یا پھر لوگوں کو دکھانے اور فخر و تعلّی اور نمود و نمائش کے لیے مال خرچ کرتا ہے، نیز اس کو اللہ تعالیٰ کے بندوں پر فخر و تکبر کرنے کے سوا کسی دوسری جزا و صلہ پر ایمان و یقین نہیں ہوتا۔

اسی طرح ہی اَخلاقیات کا تعیّن اور اس کے مابین فرق و امتیاز ہوتا ہے۔ چنانچہ ذاتِ

باری تعالیٰ پر پکّا ایمان نیک اعمال، پاکیزہ قول، کریمانہ اخلاق کا باعث وسبب بنتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی وخوشنودی اور آخرت کی جزا وثواب پر نظر رکھنا آدمی کے لیے بلندیٔ درجات کا سبب وذریعہ ہے، پھر یہ آدمی دنیا والوں پر نظر نہیں رکھتا اور نہ ہی ان سے اپنی مدح وتعریف کا مطالبہ کرتا ہے۔

پھر اگر اللہ نہ کرے، انسان کے پاس اخلاقیات کو سنوارنے والا کوئی ربانی طریقہ نہ ہو، تو لوگوں کا غم اس کے رُخ کو خواہش پرستوں کی رذیل عادات اور پست اَقدار کی طرف موڑ دیتا ہے، پھر یہ انسان فخر وغرور، کبر ونخوت، خود پسندی وریا کاری جیسے اخلاق رذیلہ کی اتھاہ گہرائیوں میں پہنچ جاتا ہے۔

یقیناً ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے بندوں نے آخرت کی گھاٹیوں کو آسانی سے عبور کرنے کے لیے بڑی محنتیں اور عبادات کیں ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنے نفسوں کو پچھاڑا اور زیر کیا، انہیں بُری خواہشات سے روکا اور باز رکھا، انہیں زبردستی عبادات کے اسباب پر اُکسایا اور اُبھارا، اور پھر انہوں نے اعضاء وجوارح سے سرزد ہونے والے بڑے بڑے گناہوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھا، پھر جب لوگ اپنے علم وعمل سے راحت وسکون اور اطمینان حاصل کرنے لگے اور آہستہ آہستہ ظاہری نمود ونمائش اور ریا کاری جیسے موذی مرض میں مبتلا ہوتے چلے گئے، پھر دنیا والے جب ان کی طرف عزت ووقار کی آنکھ سے دیکھتے تو وہ اپنی شہرت ومقبولیت سے لذت وسکون محسوس کرتے، اور ترکِ معاصی کو حقارت سے دیکھنے لگے، اس پر مستزاد یہ کہ اپنے آپ کو اہل اخلاص سے گمان کرنے لگے جب کہ حقیقت میں ایسے لوگوں کو منافقوں کی فہرست میں لکھ دینا چاہیے۔

یاد رکھیے! یہ ایک خطرناک شیطانی جال اور اس کا بہت بڑا فریب اور دھوکا ہے، اس مکر و فریب سے صرف باعمل علماء، اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کرنے والے اور جو اسی کے لیے محبت کرتے اور اسی کی خاطر بغض رکھتے ہیں، اور صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے لوگ ہیں، محفوظ و مامون رہ سکتے ہیں۔ ان کا پروردگار انہیں اخلاص کے میٹھے چشموں تک پہنچنے

کے لیے راستہ بتاتا ہے اوران کی مسلسل راہنمائی کرتا رہتا ہے۔

جب میں نے محسوس کیا کہ ریا کاری ایک مخفی و پوشیدہ اورانتہائی خطرناک بیماری ہے اور ایسے شیاطین کا سب سے بڑا شکنجہ و پھندا ہے، جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، اور یہ شیاطین اپنے وسوسوں کے ذریعے گناہوں کو مزین وخوشنما بنانے کی پیہم جدو جہد کرتے رہتے ہیں۔

پھر جب میں نے یہ معاملہ دیکھا تو میں نے لازم سمجھا کہ اس موذی مرض یعنی ریا کاری کے اَسباب، اَبواب ،اس کی انواع واقسام اوراس کے اثرات اورعلاج بتلاؤں، چنانچہ میں نے یہ مختصر کتابچہ بنام " اَلـرِّيَاءُ ، ذِمُّهُ وَأَثَرَهُ السَّیءُ فِي الأُمَّةِ "تصنیف کیا ہے۔اللہ نے چاہا تو باعث برکت ہوگا۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اسے حسن قبولیت سے نوازے،اور یہ متقین کے لیے ایسا رہنما ثابت ہو کہ لوگ زیادہ سے زیادہ سیدھے راستے پر گامزن ہوں۔ پس جو شخص اس میں کوئی خوبی وحسن اور درستگی پائے ،تو اسے چاہیے کہ صرف اللہ جل شانہ کی ہی حمد وثنا کرے کہ اسی کی توفیق اورنعمت سے ہی نیک کام اختتام پذیر ہوتے ہیں،اور جو شخص اس میں کوئی کمی محسوس کرے تو اسے چاہیے کہ وہ میری خیر خواہی اور مجھے نصیحت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے، کیونکہ یہ میری کم علمی اورکم مائیگی کی وجہ سے ہے۔اورآدمی کو ہمیشہ اپنے ان بھائیوں کے تعاون سے ہی حوصلہ ملتا ہے، جو آپس میں ایک دسرے کو حق بات ،صبر و استقامت اورصلہ رحمی کی تلقین اورنصیحت کرتے رہتے ہیں۔ وعلى الله قصد السبيل۔

وکتبه

ابواُسامہ سلیم بن عید الہلالی

٢٧/ ٥/ ١٤٠٨ھ

پہلی فصل

ریا کاری کیا ہے؟

- اللہ کے لیے اپنے دین کو خالص کرنے والے بندے جان لیجیے! کہ ریا ''رؤیت'' سے مشتق ہے۔ چونکہ ریا کار انسان بھی لوگوں کو دکھانے کے لیے ایسے اعمال بجالاتا ہے جن کے ذریعے وہ لوگوں کے نزدیک معزز ومکرم بننے کی کوشش کرتا ہے۔
- ریا کار انسان اس دنیا میں ہی اپنے عمل کا بدلہ وصلہ چاہتا ہے۔
- ریا کار انسان کو نہ تو اپنے اعمال سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا مندی مطلوب ہوتی ہے اور نہ ہی آخرت کا گھر۔
- عبادات جو کہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حق ہے لیکن ریا کار انسان ان میں سے کچھ (عبادات) غیر اللہ کے لیے بجالاتا ہے۔
- ریا کاری ایک دھوکے کا حجاب ونقاب ہے جو کہ قبیح شکل وصورت، لئیم وذلیل نفس اور سخت کنجوس اور بخیل دل والے شخص کو چھپاتا ہے۔
- ریا کاری ایک سیاہ پالش اور کالا ایسا پینٹ ہے جو کہ بُری عادات اور گھٹیا سیرت وکردار کو چھپاتی ہے۔
- نفع بخش تجارت کے بازار میں ریا کاری کی حیثیت ایک کھوٹے سکے جیسی ہوتی ہے۔
- ریا کاری بہت مخفی اور پوشیدہ چیز ہے، اس کا اِدراک کسی جاہل وغبی شخص کو نہیں ہوسکتا۔

دوسری فصل

ریا کاری کے درجات

اے اللہ کے مطیع و فرمانبردار بندے (اللہ تعالیٰ تیرے دل کو اخلاص کے ساتھ منور فرمائے) جان لے! کہ ریا کاری کے کئی مراتب اور درجات ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

اللہ کے علاوہ کسی اور کو دکھانے کے لیے عمل کرنا:

یہ کہ انسان کسی عمل کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کی خوشنودی کے لیے بجالائے، اور وہ چاہتا ہو کہ جس عمل کو وہ کررہا ہے، لوگ اس کی وجہ سے اسکی تعریف کریں۔ مثلاً کوئی شخص جب لوگوں کے درمیان یا ان کے سامنے موجود ہو تو نماز پڑھے، لیکن جب اکیلا ہو تو نماز نہ پڑھے، تو آپ جان لیجیے کہ یہ نفاق اور مشکوک ایمان کی علامت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَإِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٤٢﴾﴾

(النسآء: ١٤٢)

''بے شک یہ منافق لوگ اللہ سے دھوکہ بازی کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ ان کے دھوکہ کو انہی پر ڈال دیتا ہے۔ اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، تو ڈھیلے ڈھالے کھڑے ہوتے ہیں، یہ لوگ دوسروں کو دکھلانے کے لیے نماز ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو برائے نام یاد کرتے ہیں۔''

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((تِلْكَ صَلَوٰةُ الْمُنَافِقِ، يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ، حَتّٰى إِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ، قَامَ فَنَقَرَهَا أَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا إِلَّا

قَلِيْلًا .)) ❶

''یہ منافق کی نماز ہے جو بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دوسینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے، تو اُٹھ کر چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت تھوڑا کرتا ہے۔''

لوگوں کے دیکھنے کی وجہ سے اپنے عمل میں تزئین اور خوبصورتی پیدا کرنا:

یہ کہ آدمی کسی عمل کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے شروع کرے، مگر جب لوگ اس کو دیکھیں تو وہ عبادت میں اور ہشاش بشاش ہو جائے اور اسے مزید خوبصورت اور مزین بنائے۔ چنانچہ سیّدنا محمود بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ،

((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ! إِيَّاكُمْ وَشِرْكَ السَّرَآئِرِ . قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا شِرْكُ السَّرَائِرِ؟ قَالَ: يَقُوْمُ الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ، فَيُزَيِّنُ صَلَاتَهُ جَاهِدًا لِمَا يَرٰى مِنْ نَظَرِ النَّاسِ إِلَيْهِ فَذٰلِكَ شِرْكُ السَّرَائِرِ .)) ❷

''ایک دن نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! پوشیدہ شرک سے بچ جاؤ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! پوشیدہ شرک کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص کھڑا ہوتا ہے اور نماز پڑھنی شروع کر دیتا ہے اور لوگوں کو اپنی طرف نظر کرتے ہوئے دیکھ کر اپنی نماز کو مزید اچھے طریقے سے پڑھنے لگتا ہے، پس یہی پوشیدہ شرک ہے۔''

ریاکاری کی مذکورہ بالا قسم عبادت کے اوصاف کے ساتھ خاص ہے نہ کہ اصلی صورت کے اعتبار سے ریاکاری کی یہ قسم حرام کیونکہ اس میں مخلوق کی تعظیم ہے۔

---

❶ صحيح مسلم مع نووى : ٥/١٢٣، رقم الحديث: ١٤١٢.

❷ صحيح الترغيب والترهيب: ١/ ١١٩، رقم: ٢٨.

لوگوں کی تعریف پر خوش ہونا:

یہ کہ بندہ کسی عمل کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے شروع کرے اور جب اس عمل کو ختم کرے تب بھی اس کے نزدیک صرف اللہ کی رضا ہی ہو، لیکن جب اس عمل کی وجہ سے لوگ اس کی مدح وستائش کریں، تو وہ اُس سے خوشی وراحت محسوس کرے اور یہ تعریف اس کے دل کو بیدار کرے، اور وہ عبادات میں پہلے سے زیادہ مشغول ہو جائے اور اپنے نفس کو اس بات کی اُمید دلائے کہ اس سے لوگ اس کی تعظیم وتعریف کریں گے۔

آدمی کا یہ فرحت وانبساط اور خوشی وسرور، پوشیدہ ومخفی ریا کاری کی علامت ہے، کیونکہ اس کا دل صرف اس لیے فرحت وخوشی سے معمور ہے کہ دنیا والوں تک اس کے اعمال کی اطلاع وخبر پہنچ چکی ہے، اور اگر اس کے دل کی توجہ کا مرکز دنیا والے نہ ہوتے، تو اسے اپنے عمل پر اُن کی اطلاع وآگاہی سے کبھی خوشی نہ ہوتی۔

اس مخفی ریا کاری کی بہت زیادہ مثالیں موجود ہیں اور اس کے اثرات ونتائج انتہائی خطرناک ہیں۔

یاد رکھیں! جب انسان اپنی عبادت پر لوگوں کے مطلع ہونے یا نہ ہونے کا فرق پائے گا تو اس میں ریا کاری کا مادہ اور اثر ضرور موجود ہوگا، اور اس کی مزید وضاحت فصل نمبر سات (۷) "أمور لا تُعدُّ من الرّياء" میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تیسری فصل

ریا کاری کی اقسام

اے مسلم جان لے! یقیناً مادۂ ریا انسان کے اندر اس طرح دوڑتا ہے جس طرح رگوں میں خون گردش کرتا ہے، تا کہ یہ انسان کے تمام افعال و اعمال میں شامل ہو کر ان کو باطل و اکارت بنا دے۔ ریا کی کئی اقسام ہیں، ان میں سے چند کا ذکر ذیل کی سطور میں آئے گا۔

۱ جسمانی ریا کاری:

یہ ریا دین دار لوگوں میں کچھ اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو دُبلے پتلے کمزور اور لاغر ظاہر کرتے ہیں، تا کہ وہ لوگوں کو دکھلائیں کہ وہ کثرتِ عبادت کی وجہ سے کمزور اور لاغر ہیں اور ان پر آخرت کی فکر، قیامت کا خوف غالب آ گیا ہے۔ اور وہ لوگوں کے سامنے اپنی پراگندہ حالت کو ظاہر کرتے ہیں، تا کہ دنیا والوں کو دکھلائیں کہ وہ دین کے بارے میں بہت فکرمند اور مغموم رہتے ہیں۔

کبھی کبھی ریا کاری آواز کو پست کرنے، آنکھوں کی بینائی کو کمزور ظاہر کرنے اور زبان و ہونٹوں کو خشک ظاہر کرنے سے بھی ہوتی ہے، تا کہ لوگ سمجھیں کہ یہ روزوں پر مداومت اور ہیشگی کرنے والے ہیں، وعلی هذا القیاس .

دنیا دار لوگوں میں یہ ریا کچھ اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو موٹا فربہ اپنی رنگت کو صاف، شفاف اور دوسروں کی نسبت اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے سامنے اپنے جسم کی نظافت وصفائی اور اپنی شکل وصورت کی خوبصورتی اور حسن کو ظاہر کرتے ہیں، اور بلا احتیاط اپنی گفتگو اور کلام میں مشکل الفاظ استعمال کرتے ہیں، تا کہ لوگ ان کی فصاحت و بلاغت کے معترف ہو جائیں۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۖ وَإِن يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۖ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۖ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۖ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٤﴾ ﴾ (المنفقون : ٤)

''اور جب آپ ان کے جسم و قد و قامت کو دیکھیں تو آپ کو بہت پسند آئیں گے اور اگر ان کی بات سنیں، تو بس سنتے ہی رہ جائیں، وہ خیر کی توفیق سے ایسے بے بہرہ ہیں گویا کہ دیوار سے ٹیک لگائی گئی لکڑیاں۔ (بزدل ایسے کہ) ہر زور دار آواز کو سمجھتے ہیں کہ یہ انہی کے خلاف ہے، یہی لوگ اصلی دشمن ہیں، آپ ان سے ہوشیار رہیے اللہ انہیں ہلاک کردے، وہ کدھر بہکے جارہے ہیں۔''

۲ لباس میں ریا کاری:

دین دار لوگوں میں یہ ریا کاری اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ وہ دنیا سے اپنی بے رغبتی ظاہر کرنے کے لیے اور دوسروں کو اپنا زہد وتقویٰ دکھانے کے لیے بالکل پھٹے پرانے غلیظ اور گندے کپڑے پہنتے ہیں، اور بعض تو عام لوگوں سے منفرد ایک خاص قسم کا لباس یا پگڑی وغیرہ پہن کر اپنا بھیس اور روپ تبدیل کر لیتے ہیں، تا کہ لوگ ان کو علماء وصلحاء میں شمار کریں۔

اور رہی بات دنیا داروں کے ریا کاری کی تو آپ جان لیں کہ ان کی ریا کاری انتہائی مہنگے اور نہایت عمدہ ونفیس ترین لباس پہن کر ہوتی ہے، اور یہ دنیا دار لوگ اپنے فاخرانہ گھروں کے سامان، خوبصورت سواریوں اور گاڑیوں پر فخر کر کے ریا کاری کا ارتکاب کرتے ہیں۔

۳ قول میں ریا کاری:

دین دار لوگوں میں یہ ریا کاری اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ وہ احادیث وآثار کو صرف اس لیے یاد کرتے ہیں، تا کہ ان کے ذریعے علماء پر فخر کریں، اور کم عقل لوگوں سے بحث مباحثہ کریں اور ان پر اپنی بڑائی ظاہر کر کے انہیں شک وشبہ میں مبتلا کریں۔

یہ قرآنِ مجید کی تلاوت کے وقت اپنی آوازوں میں رقت ونرمی، سوز وگداز اور درد پیدا

کرتے ہیں، تا کہ لوگ سمجھیں کہ یہ آخرت کے معاملہ میں بڑے فکر مند، خوف زدہ اور مغموم رہتے ہیں۔

اور دنیا دار لوگ کثرتِ اشعار اور دنیاوی مثالیں یاد کر کے اپنی گفتگو اور کلام کی گہرائی میں جا کر خوب چرب زبانی کر کے ریا کاری کے مرتکب ہوتے ہیں۔

۴ عمل میں ریا کاری:

یہ ریا کاری دین دار لوگوں میں اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ نمازی لوگوں کو دکھلانے کی خاطر اپنے رکوع وسجود اور قیام کو لمبا کر دیتا ہے، اور اپنی نماز کو مزین وخوبصورت بناتا ہے، اور خشوع وخضوع کا اظہار بھی صرف اسی لیے کرتا ہے کہ لوگ اسکی طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

دنیا دار لوگوں کی ریا کاری تکبر، غرور اور خود پسندی کے ساتھ ہوتی ہے۔ وہ جب زمین پر چلتے ہیں تو اکڑتے، اتراتے اور اپنے کپڑوں کو سمیٹتے اور سنوارتے ہوئے چلتے ہیں، تا کہ ان کی مذعومہ جاہ وحشمت اور بڑائی ونا موری کا کا چرچا ہو جائے۔

۵ زائرین کی کثرت کے سبب ریا کاری کا مرتکب ہونا:

یہ ریا کاری دین دار لوگوں میں اس طرح داخل ہوتی ہے، مثلاً کوئی شخص تکلّف سے یہ خواہش وتمنا کرے کہ علمائے کرام اس کی ملاقات وزیارت کو آئیں، تا کہ کہا جائے کہ فلاں عالم نے اسکی زیارت کی ہے اور اہل علم اس کی طرف بار بار رجوع کرتے رہتے ہیں۔

اور بعض اپنے شیوخ کی کثرت ظاہر کر کے ریا کاری کے مرتکب ہوتے ہیں، تا کہ کہا جائے کہ فلاں شخص نے کئی مشائخ سے ملاقات کی ہے اور بہت زیادہ شیوخ نے اسے سندِ اجازت سے نوازا ہے، لہٰذا وہ اپنے ان شیوخ کے ساتھ دوسرے لوگوں پر فخر کرتے ہیں۔ نسأل الله السلامة .

اے گمنام بندے! یہ وہ چیزیں بیان کی گئی ہیں کہ جن کے ساتھ ریا کار لوگ ریا کاری

کرتے ہیں، اور جھوٹے لوگ ہی ان چیزوں میں شوق ورغبت رکھتے ہیں، اور دنیا والوں سے کبھی جھوٹی عزت، شہرت اور ناموری چاہتے ہیں۔ اور کبھی لوگوں کی مدح وتعریف اور دیگر سازوسامان کے متلاشی ہوتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ لا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا ، وَلا تَجْعَلْ لِحُظُوْظِ النَّفْسِ ، وَشَهَوَاتِهَا فِيْ عَمَلِنَا نَصِيْبًا .

چوتھی فصل

ریاکاری کے اسباب

جان لیجیے کہ ریاکاری کی جڑ اور بنیاد حبّ جاہ ہے۔یعنی انسان چاہتا ہو کہ لوگوں کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت، مقام و مرتبہ اور شرف و بزرگی قائم ہو جائے، اور وہ اپنے علم و عمل، حسب و نسب، کثرتِ عبادت، طاقت و قوت اور حسن و جمال کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اپنی قدر و منزلت، عزت اور بلندیٔ مرتبہ بٹھانا چاہتا ہو، تاکہ لوگ اس کی اطاعت و فرمانبرداری، عزت و توقیر، مدح و ثنا اور خدمت بجا لائیں اور اس کی عادات و خصائل کے معترف و معتقد بن جائیں۔

اور جس انسان کے دل میں حبّ جاہ غالب آ جاتی ہے، تو پھر وہ ہمیشہ مخلوق کی طرف نظر رکھتا ہے اور انہی کی طرف کان لگائے رکھتا ہے کہ کب وہ اس کے افعال و اعمال اور کارناموں کی مدح و ثنا کریں، تاکہ ان کی نظر میں یہ معزز و محترم بن جائے، اور یہی بات انسان کے دل میں نفاق کا بیج بوتی ہے اور فساد کی جڑ ہے، کیونکہ جو انسان لوگوں کے دلوں میں اپنی علو مرتبت کا رعب بٹھانا چاہتا ہو، وہ عموماً ایسی چیزوں کا اظہار کرتا رہتا ہے، جن سے وہ حقیقتاً خالی ہوتا ہے، اور لوگوں سے بھی منافقت کرتا ہے اور یہی چیز یعنی حبّ جاہ آدمی کو آہستہ آہستہ ریاکار بنا دیتی ہے۔

یہ انتہائی مخفی اور پیچیدہ باب ہے۔ اسے صرف علمائے حق اور اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت اور اس سے سچی محبت کرنے والے لوگ ہی پہچان سکتے ہیں۔ جب اس بات کی تفصیل بیان کی جائے تو اس کی تین فصلیں بنیں گی:

الاوّل:......اپنی تعریف سے لذت حاصل کرنا اور خوش ہونا۔

الثانی:......اپنی مذمت سے فرار ہونا۔

الثالث:......لوگوں کی چیزوں میں طمع وحرص رکھنا۔

مذکورہ بالا تینوں صورتوں کا ثبوت اس حدیث مبارکہ سے بھی ملتا ہے جس کے راوی سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں، فرماتے ہیں:

((جَآءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: اَلرَّجُلُ يُقَاتِلُ حَمِيَّةً ، وَيُقَاتِلُ شُجَاعَةً ، وَيُقَاتِلُ رِيَاءً ، فَأَيُّ ذَالِكَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ ﷺ: مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ .)) [1]

''ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ کوئی شخص حمیت وغیرت کی وجہ سے لڑتا ہے، کوئی بہادری کی وجہ سے لڑتا ہے اور کوئی دکھلاوے کے لیے لڑتا ہے، تو ان میں سے کون اللہ کے راستے میں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند رہے، پس وہی اللہ کے راستے میں ہے۔''

اس حدیث مبارکہ میں سائل کا یہ قول کہ: ((يُقَاتِلُ شُجَاعَةً ، يُقَاتِلُ حَمِيَّةً ، يُقَاتِلُ رِيَاءً))...... ''وہ اپنی شجاعت، بہادری کی مدح وثنا کے لیے اور قومی غیرت وحمیت اور اپنی ذلت و رسوائی سے بچنے کی خاطر اور اپنی شہرت و ناموری کی خاطر لڑتا ہے۔'' یہی تین چیزیں ہی حبّ جاہ کہلاتی ہیں، اور لوگوں کے دلوں میں اپنی منزلت بٹھانے کی قبیل سے ہیں، اور یہی تین چیزیں ریا کاری اور دکھلاوے کا سبب بنتی ہیں۔

جاہ وحشمت کی حرص کرنا:

جان لیجیے! اپنی جاہ وحشمت کی طلب وحرص کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم:......مال ودولت اور عہدہ واقتدار کے ساتھ جاہ وحشمت طلب کرنا۔

یہ ایک خطرناک مرض ہے جو بسا اوقات انسان کو آخرت کی تمام بھلائیوں،

---

[1] صحیح بخاري، کتاب التوحید، رقم: ۷۴۵۸۔ صحیح مسلم، کتاب الإمارة، رقم: ۱۹۰۴۔ سنن أبي داؤد، کتاب الجهاد، رقم: ۲۵۱۷۔ سنن ترمذي، کتاب فضائل الجهاد، رقم: ۱۶۴۶۔ سنن نسائی، رقم: ۳۱۳۶۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۲۷۸۳۔ مسند احمد: ۴/ ۳۹۷، ۴۰۵.

شرف ومنزلت اور عزت سے محروم کر دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ۭ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (القصص : ۸۳)

''آخرت کا یہ گھر ہم ان ہی کے لیے مقرر کر دیتے ہیں، جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے، نہ فساد کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پرہیزگاروں کے لیے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔''

اور ایسا بڑا کم دیکھنے میں آیا ہے کہ کوئی شخص ریاست دنیا اور عہدہ واقتدار کا حریص ہو، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت اور راہنمائی کی اُمید بھی رکھے، اور اسے توفیق مل جائے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ عہدہ واقتدار کے ایسے حریص ولالچی انسان کو لازماً اس کے اپنے نفس کے حوالے اور سپرد کر دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ! لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُوْتِيْتَهَا عَنْ مَسْئَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا ، وَإِنْ أُوْتِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا .)) [1]

''اے عبدالرحمٰن! امارت (عہدے) کی کبھی درخواست نہ کرنا، کیونکہ اگر یہ تجھے مانگنے پر ملے گی تو پھر تجھے اسی کی طرف سونپ دیا جائے گا، اور اگر وہ تجھے بغیر مانگے دی گئی تو اس پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) تیری مدد کی جائے گی۔''

جب انسان اللہ کی مخلوق پر اپنی بڑائی اور تکبر کا ارادہ رکھتا ہو، اور چاہتا ہو کہ لوگ اپنی محتاجی، فقیری اور طلب حاجات میں اس کی طرف رجوع کریں، اور وہ لوگوں کے نزدیک بڑے مقام ومرتبے والا بن جائے، اور لوگ اس کی نظر میں حقیر وذلیل ہوں، تو یقیناً ایسے شخص

---

[1] صحیح بخاری مع الفتح: ۵۱۶/۱۱، ۵۱۷، کتاب الایمان والنذور، رقم: ۶۶۲۲۔ مسلم مع نووی: ۲۰۶/۱۲۔ ابو داؤد، رقم: ۲۹۲۹۔ سنن ترمذی، رقم: ۱۵۲۹۔ نسائی: ۲۲۵/۸۔ مسند احمد: ۶۲/۵، ۶۳۔

کی یہ گھٹیا سوچ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت و ربوبیت کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبرائی اور بڑائی میں شریک ہونا چاہتا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالىٰ: اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ ، وَالْعَظْمَةُ إِزَارِيْ ، فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِنْهُمَا أَلْقَيْتُهٗ فِيْ جَهَنَّمَ .)) ❶

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریائی، بڑائی میری چادر ہے، اور عظمت میرا ازار ہے، پس جس شخص نے ان دونوں صفات میں سے کسی ایک میں میرے ساتھ شریک ہونا چاہا، تو میں اسے جہنم میں پھینک دوں گا۔''

اس حدیث مبارکہ کے پیش نظر اُن حکمرانوں اور عہدے داروں کو ڈرنا چاہیے جو اپنے ناموں کے ساتھ " ملك الملوك "(بادشاہوں کا بادشاہ)، " قاضی القضاۃ "(قاضیوں کا قاضی)، " حاکم الحکام " (حاکموں کا حاکم)، یا " شاھان شاہ " (شہنشاہ) جیسے القابات پسند کرتے ہیں، کیونکہ یہ القابات اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ گھٹیا، بدترین اور ذلیل ترین القابات ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمَّى: بِمَلِكِ الْأَمْلَاكِ [لَا مَالِكَ إِلَّا اللّٰهِ] .)) ❷

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ و بدترین نام اس کا ہوگا، جو اپنا نام " مَلِكُ الْاَمْلَاك " (شہنشاہ) رکھے۔ کیونکہ [لا

---

❶ مسند احمد: ۲/ ۴۱۴، ۴۲۷، ۴۴۲۔ سنن ابی داؤد، رقم: ۴۰۹۰۔ سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، رقم: ۴۱۷۴۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

❷ بخاری مع الفتح: ۱۰/ ۵۸۸، کتاب الأدب، رقم: ۶۲۰۵۔ مسند احمد: ۲/ ۲۴۴۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، رقم: ۴۹۶۱۔ سنن ترمذی: ۲۸۳۷۔ مسلم مع نووی: ۱۴/ ۱۲۱۔ مشکل الآثار للطحاوی: ۲/ ۱۶، (قوسین والے الفاظ لَا مَالِكَ إِلَّا اللّٰه صحیح مسلم کے ہیں۔)

مَالِكَ اِلَّا اللّٰهُ] اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مالک نہیں ہے۔''

اہل اقتدار اور حکمران یہ چاہتے ہیں کہ ان کے افعال واعمال پر ان کی تعریفیں کی جائیں اور عامۃ الناس ان کے جھوٹے کارناموں پر انہیں خراجِ تحسین پیش کریں، ان کا مطمع نظر لوگوں سے اپنی تعریف وستائش کا حصول ہوتا ہے، اور بسا اوقات یہ حکمران ایسے لوگوں کو ایذائیں اور تکلیفیں دینے کے اسباب اور بہانے ڈھونڈتے ہیں، جو ان کی خوشامد، چاپلوسی اور مدح سرائی نہیں کرتے۔

اور یہ چاہتے ہیں کہ ان کے کھاتے میں وہ کارنامے بھی درج یا ظاہر کیے جائیں، جو انہوں نے خود نہیں کیے ہوتے۔ ان کی یہ حرکت سراسر غلط بیانی، فریب کاری، جعل سازی، ملمع سازی اور غیر حقیقت پسندانہ طرزِ عمل پر مبنی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں داخل ہے:

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾﴾

(آل عمران : ۱۸۸)

''جو لوگ اپنے کرتوتوں پر خوش ہوتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ان کی ایسے کاموں پر تعریف کی جائے، جو انہوں نے کیے بھی نہیں، آپ ان کے متعلق یہ گمان مت کیجیے کہ وہ عذاب سے نجات پا جائیں گے، ان کے لیے تو دردناک عذاب ہے۔''

علم میں ریا کاری:

دینی اُمور مثلاً علم وعمل، زہد وتقویٰ وغیرہ کے ساتھ جاہ وعزت کی طلب اور آرزو کرنا۔ یقیناً اس دنیا میں ایک ایسا باغ ہے جس کی خوشبو اور ذائقے کو مخلص لوگوں کے سوا کوئی اور نہیں سونگھ سکتا۔ یہ باغ اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس سے محبت، اس کی خشیت واطاعت اور اس سے ملاقات کا شوق ہے۔ اور علم نافع اور عمل صالح یہ دونوں اس باغ میں داخل ہونے کا راستہ بتاتے ہیں۔

چنانچہ جس شخص کو دنیا میں اس کا علم وعمل اس باغ میں داخل کر دے گا تو وہ آخرت میں ''فردوسِ اعلیٰ'' کا وارث بن جائے گا، اور جو شخص دنیا میں ہی اس باغ کی خوشبو نہ پا سکا اور نہ ہی اس کا راستہ پہچان سکا، تو یہ شخص قیامت کے دن بھی جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ ، لَا يَتَعَلَّمُهٗ إِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا فِي الدُّنْيَا ، لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) [1]

''جس شخص نے اس علم کو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جاتی ہے، صرف اس غرض سے حاصل کیا کہ وہ اس کے ذریعے دنیاوی مال ومتاع حاصل کرے، تو ایسا شخص قیامت کے دن جنت کی خوسبو بھی نہیں پا سکے گا۔''

اسی لیے رسول کریم ﷺ نے علمی ریا کاری سے ڈرایا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

((لَا تَعَلَّمُوْا الْعِلْمَ لِتُبَاهُوْا بِهِ الْعُلَمَآءَ ، وَلَا لِتُمَارُوْا بِهِ السُّفَهَآءَ ، وَلَا لِتَخَيَّرُوْا بِهِ الْمَجَالِسَ ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَالنَّارَ النَّارَ .)) [2]

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب العلم، رقم: ٣٦٦٤۔ سنن ابن ماجه، باب اتباع سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، رقم: ٢٥٢۔ مسند احمد: ٣٣٨/٢۔ مستدرك حاكم: ١/ ٨٥، اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ فلیح بن سلیمان راوی صدوق سیئ الحفظ ہے، لیکن جامع بیان العلم ١/١٩٠ میں ابوسلیمان الخزاعی نے اس کی متابعت کر رکھی ہے، لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔ واللہ اعلم.

[2] سنن ابن ماجه، رقم : ٢٥٤۔ صحيح ابن حبان، رقم: ٧٧۔ مستدرك حاكم: ٨٥/١۔ جامع بيان العلم لابن عبدالبر: ١/ ١٨٧. اس حدیث کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس میں ابن جریج اور ابوزبیر المکی دونوں راوی مدلس ہیں، اور دونوں عن سے روایت کر رہے ہیں۔

لیکن اس حدیث کے کئی ایک شواہد ہیں، ان میں سے ایک خطیب بغدادیؒ نے '' الفقيه والمتفقه'': ٢/ ٨٨ میں ذکر کیا ہے، اور اس کی سند حسن ہے، لیکن اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: ((وَلٰكِنْ تَعَلَّمُوْهُ لِوَجْهِ اللّٰهِ وَالدَّارِ الْاٰخِرَةِ......))

''لیکن تم علم کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور دارِ آخرت کے لیے حاصل کرو۔''

چنانچہ یہ حدیث مبارکہ اپنے مجموعی طرق کی بنا پر صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

''تم علم کو اس لیے نہ سیکھو تاکہ اس کے ساتھ علماء پر فخر کرو، اور نہ اس لیے کہ اس کے ساتھ کم عقل بے وقوف لوگوں سے جھگڑتے پھرو، اور نہ ہی اس علم کے ساتھ عزت کی مجالس کو تلاش کرو، کیونکہ جس شخص نے ایسا کیا تو اس کے لیے آگ ہی آگ ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ روزِ قیامت تمام لوگوں سے پہلے اس عالمِ دین کو عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا جسے اس کے علم نے نفع نہیں دیا ہوگا، اور قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت و ندامت، پشیمانی اور پچھتاوا بھی اسی عالم دین کو ہوگا، کیونکہ وہ آلۂ نجات یعنی علم دین کا مالک تھا۔ لیکن اس نے اس آلۂ نجات کو صرف دنیا کی حقیر اشیاء، فضولیات اور بے فائدہ چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا۔ گویا اس نے ایک نفیس اور انتہائی قیمتی ہیرا و نگینہ حاصل کیا، پھر اسے صرف ایک مینگنی کے بدلے بیچ ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ، فَأُتِىَ بِهٖ، فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ، فَعَرَفَهَا قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيكَ حَتّٰى اسْتُشْهِدْتُ. قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُقَالَ: جَرِىءٌ، فَقَدْ قِيلَ. ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ، فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهٖ، حَتّٰى اُلْقِىَ فِى النَّارِ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ، وَعَلَّمَهٗ، وَقَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأُتِىَ بِهٖ، فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ، فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ، وَعَلَّمْتُهٗ، وَقَرَاْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ: عَالِمٌ، وَقَرَاْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ: هُوَ قَارِىءٌ، فَقَدْ قِيلَ. ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ، فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهٖ، حَتّٰى اُلْقِىَ فِى النَّارِ، وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ، فَأُتِىَ بِهٖ، فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ، فَعَرَفَهَا، قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ اَنْ يُنْفَقَ فِيهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ: هُوَ جَوَّادٌ، فَقَدْ قِيلَ. ثُمَّ

أُمِرَ بِهٖ، فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهٖ، ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ .)) [1]

''قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا، وہ ایک ایسا شخص ہوگا جو شہید ہوگیا تھا۔ اس کو بلا کر لایا جائے گا، اور اسے اس کی نعمتیں یاد دلائی جائیں گی، پھر جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا، تو اللہ تعالیٰ پوچھے گا تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا: میں تیری راہ میں لڑتا رہا، یہاں تک کہ شہید ہوگیا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، بلکہ تو اس لیے لڑا تھا، تاکہ لوگ تجھے بہادر کہیں۔ چنانچہ تمہیں بہادر کہہ دیا گیا۔ پھر حکم ہوگا کہ اس کو اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے۔ پھر ایک اور شخص کو لایا جائے گا جس نے دین کا علم سیکھا، سکھایا اور قرآن پڑھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا، پھر جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا، تب اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم سیکھا اور سکھایا اور تیرے لیے قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے اس لیے علم حاصل کیا تھا، تاکہ تو عالم کہلائے، اور تو نے قرآن اس لیے پڑھا تھا، تاکہ تو قاری کہلائے، سو تجھے عالم، قاری کہا گیا۔ پھر حکم ہوگا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے۔ ایک اور شخص ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ نے وسعت کی، اور اس کو ہر قسم کا مال عطا کیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لایا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا، پھر جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا، تو اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا: میں نے ہر اس راستہ میں خرچ کیا جس راستہ میں مال خرچ کرنا تجھ کو پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو جھوٹا ہے، تو نے اس لیے خرچ کیا تاکہ تجھے سخی کہا جائے، سو تجھے (سخی) کہہ دیا

---

[1] مسلم، ۱۳/ ۵۰ـ۵۱، کتاب الإمارة، رقم: ۱۹۰۵ـ مسند احمد: ۳۲۲/۲ـ سنن نسائی: ۲۳/۶، ۲٤، رقم: ۳۱۳۹ـ سنن ترمذی، رقم: ۲۳۸۲ـ صحیح ابن خزیمه، رقم: ۲٤۸۲ـ صحیح ابن حبان، رقم: ٤۰۸ـ مستدرك حاكم، رقم: ٤۱۸/۱ـ شرح السنة، رقم: ٤۱٤۳.

گیا، پھر حکم ہوگا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے۔''

بعض ایسے فقہاء اور نام نہاد علماء جو علم کے جھوٹے دعوے کرتے ہیں، آپ انہیں پائیں گے کہ وہ اپنی جہالت و بےعلمی کے خوف سے، اپنی مذمت سے بچنے کے لیے اور مجالس میں فوقیت اور صدارت نشینی کے لیے فتویٰ دینے میں سبقت کرتے ہیں۔

لیکن اے اللہ کے بندے! جان لے کہ جس وقت تو کسی کو فتویٰ دے رہا ہوتا ہے، تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے اوامر ونواہی پر دستخط اور مہر لگا رہا ہوتا ہے، اور بلا شبہ قیامت کے دن اس کے متعلق تجھ سے ضرور پوچھا جائے گا۔ لہٰذا جب تجھ سے کوئی دینی مسئلہ دریافت کرے تو فقط سائل کو بچانے کی فکر مت کر، بلکہ سب سے پہلے خود اپنے نفس کو بچانے کی کوشش کر۔ پس غور وفکر اور انتہائی احتیاط سے کام لے اور اگر اپنے لیے کلام کرنے کی کوئی راہ پائے تو کلام کر، اور سائل کو جواب دے، وگرنہ خاموشی اختیار کر اور فتویٰ بازی سے گریز کر، کیونکہ اس صورت میں خاموشی میں ہی عافیت وسلامتی ہے۔ واللہ أعلم.

اے مفتیانِ اسلام! تم کیسے فتویٰ نویسی کر لیتے ہو؟ یقیناً تم نے اپنے آپ کو ایک عظیم کام کے لیے پیش کر دیا ہے، جس کے لیے تمہیں پیش نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ہاں! مگر بوقت ضرورت۔

سلف صالحین رحمہم اللہ میں سے مفتیان کرام وفقہائے اسلام دینی سوالات کے جوابات اور فتویٰ دینے سے گریز کرتے تھے، یہاں تک کہ جب فتویٰ دیے بغیر کوئی چارۂ کار نہ پاتے تب ہی فتویٰ دیتے تھے اور جب ان کا عذر قبول کر لیا جاتا، تو یہ بات ان کے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ ہوتی۔ چنانچہ سیّدنا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

((أَدْرَكْتُ عِشْرِيْنَ وَمِئَةً مِنَ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، يُسْأَلُ أَحَدُهُمْ عَنِ الْمَسْأَلَةِ ، مَا مِنْهُمْ اِلَّا وَدَّ أَنَّ أَخَاهُ كَفَاهُ .)) [1]

---

[1] مسند دارمی: ۵۳/۱، برقم: ۱۳۷۔ طبقات ابن سعد: ۱۱۰/۶۔ کتاب الزهد لابن مبارك، برقم: ۵۸۔ المعرفة والتاريخ للفسوی: ۸۱۷/۲۔ تلبیس ابلیس، ص: ۱۳۲۔ اس کی سند صحیح ہے، اور تمام راوی ثقہ ہیں، سوائے عطا بن السائب کے کہ اسے آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا، لیکن سفیان کا اس سے سماع قدیم اور قبل از اختلاط ہے، لہٰذا یہ روایت صحیح ہے۔

''میں نے ایک سو بیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی۔ اور جب ان میں سے کسی ایک سے کوئی مسئلہ یا فتویٰ پوچھا جاتا، تو ان میں سے ہر ایک یہی خواہش کرتا کہ اس کا دوسرا بھائی ہی فتویٰ دینے کے لیے کافی ہے۔ [یعنی ہر صحابی اس چیز سے گھبراتا تھا کیونکہ وہ دوسرے کو اپنے آپ سے بڑا عالم سمجھتا تھا]۔''

بعض اہل علم تو اہل اقتدار اور حکمرانوں تک رسائی حاصل کرنے، اور ان کا قرب حاصل کرنے کے لیے اپنے علم کو بطورِ ذریعہ استعمال کرتے ہیں، تاکہ وہ بھی ان کے ساتھ عزت و شرف میں شریک ہوسکیں۔

اور اِن میں سے بعض یہ کہتے ہوئے اپنے اس فعل قبیح کو جائز قرار دیتے ہیں کہ ہم اس لیے اہل اقتدار کا قرب حاصل کرتے ہیں، تاکہ مسلمانوں کی سفارش کرسکیں۔ اگر یہ واقعی اپنی اس بات میں سچے ہوتے تو حکمرانوں کی خیر خواہی ضرور کرتے، اور ان کے بُرے افعال و گھٹیا کردار پر پر رڈ اور انکار ضرور کرتے، اور مداہنت اور حق پوشی سے کام نہ لیتے، جبکہ یہ ایسا نہیں کرتے اور بعض اوقات تو یہ اہل علم حکمرانوں کو کئی معاملات میں رخصتیں مہیا کرنے کے فتوے بھی جاری کرتے ہیں، حالانکہ شریعت میں ان کے لیے کوئی رخصت نہیں ہوتی، فقط اس لیے کہ حکمرانوں سے دنیوی فوائد حاصل کرسکیں اور ان کے نزدیک معزز و محترم بن جائیں۔ تو اس صورت میں حکمرانوں اور عامۃ الناس میں کئی طرح کے مفاسد، بگاڑ اور خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔

اوّل :......مثلاً ملک کا حکمران سمجھتا ہے کہ اگر میں حق بجانب نہ ہوتا اور میرے کام ٹھیک و درست نہ ہوتے، تو فلاں عالم دین جو کہ میرے ساتھ رہتا ہے مجھ پر ضرور اعتراض کرتا، اور میں کیسے درست کار اور حق بجانب نہیں؟ حالانکہ وہ عالم دین میرا مال بھی کھا رہا ہے اور میرے ساتھ ساتھ بھی رہتا ہے؟

ثانیاً :......عوام الناس بھی سمجھتے ہیں ہیں کہ یہ حکمران صحیح ہے، اور اس میں کوئی حرج اور اعتراض والی بات نہیں ہے، کیونکہ فلاں عالم دین ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔

ثالثاً :......اس سے وہ عالم دین خود ہی اپنے دین کو بھی خراب اور فاسد کر بیٹھتا ہے۔
اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَتَى السُّلْطَانَ افْتُتِنَ .)) ❶

''جس شخص نے بادشاہ کے پاس حاضری دی وہ فتنوں اور آزمائشوں میں مبتلا ہوگا۔''

اسی لیے اکثر سلف صالحین رحمہم اللہ اس شخص کو بھی بادشاہوں کے پاس جانے سے روکتے تھے، جو ان کے پاس امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ارادے سے جاتا تھا کیونکہ وہ ڈرتے تھے کہ حکمرانوں کے پاس جانے سے آدمی فتنہ وآزمائش میں پڑ جاتا ہے، اور انسان جب ان بادشاہوں سے دُور ہوتا ہے تو اس کے دل میں خیال ڈال دیا جاتا ہے کہ وہ ان بادشاہوں کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے، لیکن جب وہ ان کے پاس جاتا ہے اور قریب سے ان کا مشاہدہ کرتا ہے، تو اس کا نفس ان کی طرف مائل ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کے دل میں جاہ و حشمت کی محبت چھپی ہوتی ہے، پھر وہ اسی لیے بادشاہوں سے مداہنت اور نرمی کا برتاؤ کرتا ہے اور کبھی کبھی تو ان کی طرف مائل ہو کر ان سے محبت بھی کرنے لگتا ہے۔ خصوصاً جب بادشاہ اس کی عزت وتکریم اور اس سے نرمی کا برتاؤ کرے، اور یہ انسان ان سے اپنی عزت وتکریم اور تعریف کو قبول کر کے فرحت وانبساط اور خوشی محسوس کرے۔

حکمرانوں کا قرب حاصل کرنا:

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے عباد بن عباد رحمہ اللہ کی طرف ایک خط لکھا جس میں وہ فرماتے ہیں:
''حمد وصلوٰۃ کے بعد! یقیناً تو ایک ایسے دور میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس دور میں پہنچنے سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے، حالانکہ ان کے پاس ایسا علم تھا جو ہمارے پاس

❶ سنن ابوداؤد، کتاب الصید، رقم: ۲۸۵۹۔ سنن ترمذی، کتاب الفتن، رقم: ۲۲۵٦۔ سنن نسائی: ۷ / ۱۹۵، ۱۹٦، رقم الحدیث: ٤۳۱٤۔ مسند احمد: ۱/ ۳۵۷، رقم: ۳۳٦۲۔ شعب الإیمان، ۳/۲/۲٤۸۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة، رقم: ۱۲۵۳.

نہیں ہے اور ان کو ہر نیکی میں اوّلیت حاصل تھی جب کہ ہم اس سے یکسر خالی ہیں، پھر ان حالات میں ہمارا کیا بنے گا؟ کیونکہ اب ہم نے اسی دور کو پالیا ہے اور ہمارے پاس علم کی قلت اور مشکلات پر صبر کی کمی، اعمالِ صالحہ اور نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کا فقدان ہے، اور لوگوں کی طرف سے کئی مفاسد اور بگاڑ جنم لے چکے ہیں اور ہماری دنیا مکدر ہوچکی ہے۔

پس آپ امر اوّل کو لازم پکڑیں، اور اس کو کو مضبوطی سے پکڑیں، اور گمنامی کو بھی لازم پکڑو، کیونکہ یہ زمانہ گمنامی اور گوشہ نشینی اختیار کرنے کا ہی زمانہ ہے، اپنے آپ پر گوشہ نشینی و خلوت کو لازم کرلو اور لوگوں سے اختلاط اور میل جول کم کردو۔ بلاشک وشبہ پہلے لوگ جب آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے تو ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرتے تھے، لیکن آج یہ چیز ختم ہوگئی ہے اور میرے خیال میں نجات وسلامتی اسی میں ہے کہ دنیا والوں سے کنارہ کشی کی جائے۔

حکمرانوں کا قرب حاصل کرنے سے بچو اور ان سے میل ملاپ اور ان کے معاملات میں دخل اندازی مت کرو۔ اور اس دھوکے میں مت آؤ کہ تم ان تعلقات کی بنا پر کسی مستحق کی سفارش کرسکو گے یا کسی مظلوم کی مدد کرلو گے یہ یقیناً ابلیس کا دھوکہ ہے جسے بدکردار قراء نے سیڑھی اور ذریعہ بنا رکھا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جاہل عابد اور فاجر عالم کے فتنے سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے، کیونکہ ان دونوں کا فتنہ ہر بےعقل اور مجنون شخص کے لیے بڑی آزمائش ہے۔ اور جب کبھی آپ سے کوئی مسئلہ یا فتویٰ پوچھا جائے تو فقط اس کو غنیمت جانو اور اس میں مزید رغبت اور شوق مت رکھو۔

اور اس شخص کی طرح مت ہوجاؤ جو چاہتا ہے کہ اس کی ہر بات سنی جائے، اور اس پر عمل کیا جائے، اور پھر اسکی نشر و اشاعت کی جائے، اور پھر جب یہ چیزیں اس سے فوت ہوجائیں تو اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں ہوجائیں۔

اور اپنے آپ کو عزت و شرف کی محبت سے بچالیں، کیونکہ کبھی کبھی بندے کو شرف و منزلت کی چاہت اور محبت سونے اور چاندی سے بھی زیادہ محبوب و پیاری ہو جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا دقیق اور پیچیدہ باب ہے، جس کی بصارت اور پہچان بڑے مضبوط علماء کے سوا کوئی اور نہیں کرسکتا، چنانچہ آپ گمنام اور گوشہ نشین ہوجاؤ، اور اپنی نیت کو خالص کر کے عمل کرو۔ اور جان لیجیے کہ لوگوں پر ایک ایسا دور قریب آ رہا ہے کہ انسان مرنے کی خواہش کرے گا۔ والسلام۔'' ❶

اور کیا خوب فرمایا عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے ان اشعار میں:

يَـا جَـاعِـلَ الْـعِـلْـمَ لَـهُ بَازِيًا يَـصْـطَـادُ اَمْوَالَ الْمَسَـاكِيْنِ

''اے علم کو باز بنا کر مسکینوں کے اموال کو شکار کرنے والے!......

إِحْتَـلْـتَ لِـلـدُّنْيَـا وَلَذَّاتِهَـا بِـحِيْـلَةٍ تَـذْهَـبُ بِـالـدِّيْـنِ

دنیا اور اس کی لذتوں کے لیے تو نے ایسا حیلہ تراشا ہے، جو دین کو بھی لے ڈوبے گا......

فَـصِـرْتَ مَـجْنُوْنًا بِهَا بَعْدَ مَا كُـنْـتَ دَوَاءً لِـلْـمَـجَـانِيْـنِ

تو دنیا کی محبت کی وجہ سے مجنون ہو گیا ہے، حالانکہ تو خود مجنونوں کی دوا تھا......

اَيْـنَ رِوَايَـاتُكَ فِـىْ سَرْدِهَـا عَـنِ ابْـنِ عَـوْنٍ وَابْنِ سِيْرِيْنِ

''تیری ابن عون اور ابن سیرین سے بیان کردہ روایات کہاں چلی گئیں......

اَيْـنَ رِوَايَـاتُكَ فِيْـمَـا مَضٰى فِـىْ تَـرْكِ أَبْوَابِ السَّلَاطِيْنِ

تیری وہ روایات جو حکمرانوں کے دروازوں کو چھوڑنے کے متعلق تھیں، کہاں چلی گئیں؟......

❶ حلية الاولياء: ٦/ ٣٧٦، ٣٧٧۔ طبع جديد، ٦/ ٤١٧.

إِنْ قُـلْـتَ أُكْرِهْتَ فَمَا ذَا كَذَا   زَلَّ حِـمَـارُ الْـعِلْمِ فِی الطِّیْنِ

''اگر تو کہے کہ میں مجبور کر دیا گیا ہوں، تو غلط ہے۔ حقیقت میں علم کا گدھا کیچڑ میں پھسل پڑا ہے......'' [1]

[1] جامع بیان العلم وفضلہ: ۱/۱٦٥۔ سیر أعلام النبلاء: ۸/ ٤۱۱، ٤۱۲.

پانچویں فصل

ریا کاری کی علامات

ریا کاری کی درج ذیل علامات ہیں:

۱۔ شرعی عذر کے بغیر عبادت کو موخر کرنا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ﴿٤﴾ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿٥﴾ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ﴿٦﴾ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ﴿٧﴾﴾ (الماعون: ٤ تا ٧)

''سواُن نمازیوں کے لیے بڑی بربادی ہے، جو اپنی نمازوں سے غفلت برتتے ہیں، جو ریا کاری کرتے ہیں، اور عام برتنے کی چیزیں روک لیتے ہیں۔''

۲۔ عبادت کے لیے سستی سے کھڑا ہونا۔ اللہ جل شانہ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٤٢﴾﴾

(النسآء: ١٤٢)

''بے شک یہ منافق لوگ اللہ تعالیٰ سے دھوکہ بازی کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ ان کے دھوکہ کو انہی پر ڈال دیتا ہے، اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو ڈھیلے ڈھالے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ دوسروں کو دکھلانے کے لیے نماز ادا کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو برائے نام یاد کرتے ہیں۔''

یقیناً ریا کار لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور نماز کو اس سے مناجات اور ملاقات کا شوق اور جذبہ لے کر نہیں پڑھتے، بلکہ ریا کاری اور لوگوں کو دکھلانے کے لیے نماز پڑھتے ہیں، اسی وجہ سے نماز ادا کرنے کے لیے سست اور ڈھیلے ڈھالے کھڑے ہوتے ہیں، جیسے کوئی شخص بڑا وزنی اور ثقیل کام کرنے والا ہو اور بُری طرح کسی کے شدید بوجھ میں دبا ہوا ہو۔ اور یہ ریا کار لوگ اللہ تعالیٰ کو بہت تھوڑا بلکہ برائے نام یاد کرتے ہیں، اور صرف لوگوں کو ہی یاد رکھتے

ہیں۔ چنانچہ ان کی تمام حرکات وسکنات لوگوں کے موافق ہو جاتی ہیں، اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ لوگ ان کی طرف نظر کر کے انہیں دیکھ رہے ہیں تو یہ اپنی عبادت میں فرحت ونشاط محسوس کرتے ہیں اور اسے مزین وخوبصورت بنا کر باطل وضائع کر بیٹھتے ہیں، بایں وجہ وہ اللہ تعالیٰ کو بہت تھوڑا، بلکہ برائے نام یاد کرتے ہیں۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ صَلَاةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالْعِشَآءِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.)) [1]

''منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ کوئی اور نماز بھاری نہیں، اور اگر انہیں معلوم ہوتا کہ ان کا ثواب کتنا زیادہ ہے (اور چل نہ سکتے) تو گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آتے۔''

[1] صحيح بخارى مع الفتح: ٢/١٤١، كتاب الأذان، رقم: ٦٥٧۔ صحيح مسلم: ٥/١٥٤، كتاب المساجد، رقم: ١٤٨٢.

چھٹی فصل

ریا کاری کی ہلاکتیں

انفرادی اور اجتماعی طور پر اُمت پر ریا کاری کے بُرے اثرات وخطرات کتاب وسنت میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان ہوئے ہیں، تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

ا ریا کاری کے خطرات:

یقیناً رسول اللہ ﷺ نے متعدد مقامات پر مختلف طریقوں سے ریا کاری کے خطرات کو واضح فرمایا ہے۔

الف :...... ریا کاری مسلمانوں پر دجال کے فتنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ یقیناً وہ شخص دجال کے خطرے سے کبھی جاہل و بے خبر نہیں رہ سکتا جس کو رسول اللہ ﷺ کی سنن کا تھوڑا سا بھی درد اور احساس ہو، جب کہ ریا کاری کا خطرہ مسلمانوں پر دجال سے بھی زیادہ شدید ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِيْ مِنَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ؟ الشِّرْكُ الْخَفِيّ، أَنْ يَقُوْمَ الرَّجُلُ يُصَلِّيْ فَيُزَيِّنْ صَلَاتَهُ، لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ.)) [1]

''کیا میں تمھیں وہ بات نہ بتلاؤں جو میرے نزدیک تمہارے اوپر مسیح دجال سے بھی زیادہ خوفناک ہے؟ وہ شرکِ خفی ہے یعنی جب نمازی کسی شخص کو اپنی طرف نظر کرتا دیکھے تو اپنی نماز کو مزین کر کے اچھی طرح پڑھنے لگتا ہے۔''

ب :...... ریا کاری کی تباہ کاریاں اس بھیڑیے سے کہیں زیادہ ہیں جس کو بکریوں میں

---

[1] سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، رقم: ٤٢٠٤ ۔ امام ابو بوصیری، اور علامہ البانی رحمہما اللہ نے اس کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

آزاد چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَـا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهِ .)) [1]

''دو بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں میں کھلے چھوڑ دیے جائیں تو اتنا فساد اور تباہی نہیں کرتے جتنی مال و جاہ کی حرص آدمی کے دین کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔''

اس مثال کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے اس مسلمان کے دین کی تباہی و بربادی کو واضح کیا ہے، جو اس دنیا میں مال و دولت اور جاہ و عزت کی حرص و طمع رکھتا ہو، اور یہی دونوں چیزیں (حرص اور جاہ و مال) انسان کے دل میں ریا کاری کی محرک و سبب بنتی ہیں۔ بکریوں کی تباہی و بربادی اس سے زیادہ کیسے ہو سکتی ہے کہ ان میں دو بھوکے بھیڑیے رات بسر کریں جب کہ بکریوں کا چرواہا بھی غیر حاضر ہو، پھر وہ دونوں بھوکے بھیڑیے اپنی مرضی سے جس بکری کو بھی چاہیں کھاتے اور چیر پھاڑ کرتے جائیں۔ تو اس تباہ کن صورتِ حال میں ان کے حملے سے کون باقی بچے گی، بلکہ یہ تمام بکریوں کو چیر پھاڑ کر کے تباہ و برباد کر دیں گے۔ ہاں! البتہ جسے اللہ محفوظ رکھے وہی باقی بچے گی۔ بالکل یہی صورتِ حال ریا کاری کی ہے، لہٰذا اس کی تباہ کاری سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے، اور اسے سمجھنے کے لیے ہر وقت چاق و چوبند اور ہوشیار رہنا چاہیے۔

[۲] اعمال پر ریا کاری کے اثرات:

الف:...... ریا کاری اعمال صالحہ کو اس کے پاکیزہ اثرات اور رضائے الٰہی کے عظیم مقصد سے خالی کر دیتی ہے۔ یقیناً اسلام چند ظاہری عبادات و رسومات کا رسمی دین نہیں ہے، دین اسلام اس وقت تک ظاہری عبادات و شعائر کو کافی نہیں سمجھتا جب تک کہ ان میں اخلاص

---

[1] سنن ترمذی، رقم : ۲۳۷٦۔ مسند احمد: ۳/۴۵٦۔٤٦٠۔ مسند ابی داؤد طیالسی مع منحة المعبود: ۲۲۰۱۔ مسند دارمی: ۲/۳۰٤، رقم : ۲۷۷۲۔ شرح السنة للبغوی: ۱٤/۲۵۸۔ التاریخ الکبیر للبخاری : ۱/۱۵۰۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

اور للّٰہیت موجود نہ ہو۔ اخلاص کی وجہ سے انسان کے دل میں اس کے پاکیزہ اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس اخلاص کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ انسان کو اعمالِ صالحہ کی طرف مجبور کر دیتا ہے اور یہ اخلاص وللّٰہیت لوگوں کے منہج و اعمال میں ایسی صورت اختیار کر لیتا ہے، جس سے زمین پر بسنے والے لوگوں کی زندگی امن وسلامتی کا گہوارہ بن جاتی ہے۔

یقیناً جب انسان کے دل میں ایمان پختہ ہو جاتا ہے، اور قرار پکڑ لیتا ہے، تو بلاتوقف فوری طور پر اس کو نیک اعمال کے لیے بے چین کر دیتا ہے۔ اور اسی اہم اور حقیقی تربیت کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اشارہ کر رہا ہے:

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝﴾ (الدهر : ٨، ٩)

''اور اللہ کی محبت میں یا (اپنی ضرورت کے باوجود) مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم جو تمہیں کھلاتے ہیں تو محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے، نہ ہم تم سے بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکر گزاری۔''

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اہل اخلاص ہی تباہ کن ریاکاری کی تیز اور سخت گرمی میں ٹھنڈے سائے ہیں۔ وہ لوگوں کو طمانیت نفس، دل کی نرمی، خلوصِ نیت اور رجوع الی اللہ کے ساتھ کھانا کھلاتے ہیں، اور ان کے دلوں کی اس کیفیت و حالت پر کلام اللہ کا سیاق اور منطوق دلالت کر رہا ہے۔

قرآن مجید کی یہ دلالت اور رہنمائی لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والی ریاکاری کی بدبو کو دُور کرتی ہے کہ جو لوگ کمزور و ناتواں اور مستحق لوگوں کو کچھ نہیں دیتے، لیکن فخر و مباہات والی جگہ پر بڑے سخی اور فیاض بن کر پیسہ خرچ کرتے ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا موقع آتا ہے، تو ان کی ساری سخاوت و فیاضی ختم ہو جاتی ہے۔ اور لوگوں کے مانگنے کے باوجود انہیں معمولی اور حقیر ترین چیزیں بھی نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَ يَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ ﴾ (الماعون: ٤ تا ٧)

''سو اُن نمازیوں کے لیے بڑی بربادی ہے، جو اپنی نمازوں سے غفلت برتتے ہیں جو ریا کاری کرتے ہیں، اور عام برتنے کی چیزیں روک لیتے ہیں۔''

جو لوگ ریا کاری و دکھلاوا کرتے ہیں، اور روزمرہ استعمال کی معمولی چیزیں بھی لوگوں کو نہیں دیتے تو یہ صرف اسی وجہ سے ہے کہ ان کی نماز ان کے دلوں پر کوئی اچھے اثرات نہیں چھوڑتی کیونکہ نمازوں کے اوقات کی پروانہیں کرتے، جہاں دکھلانے کا موقع آتا ہے پڑھ لی ورنہ چھوڑ دی۔ اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر صدقہ و خیرات نہیں کرتے، اور حقیر ترین استعمال کی چیزیں عاریۃً دینے سے صاف انکار کر دیتے ہیں۔ اور اگر یہ لوگ نماز کی خالصتاً اللہ کے لیے ادا کرتے اور اوقات کی پابندی کرتے، اور اسے احسن انداز میں ادا کرنے کی کوشش کرتے، تو ان سے یہ گھٹیا حرکات اور اتنے قبیح اعمال کبھی سرزد نہ ہوتے، اور نہ ہی اللہ کے بندوں سے معمولی استعمال کی چیزیں روکتے، اور یہی چیز اللہ تعالیٰ کی سچی اور مقبول عبادت کی کسوٹی اور معیار ہے۔

یقیناً یہ لوگ محض نماز کی ظاہری حرکات وسکنات کو بجا لاتے ہیں، ان کی نماز میں طمانیت اور خوبصورتی صرف اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ لوگ ان کی طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں، جبکہ ان کے دل حقیقت میں نماز کو قبول ہی نہیں کرتے، اور نماز کے وقت غیر حاضر ہوتے ہیں، اور جس ذات باری تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، اس کی عظمت و کبریائی کا شعور اور ادراک نہیں رکھتے۔ بس یہی وجہ ہے کہ نماز ان کے قلوب و اعمال پر کوئی اچھے اثرات مرتب نہیں کرتی، اور یہی وہ ریا کاری ہے جو اعمال کو بے کار اور ضائع کر کے ''هَبَآءً مَّنْثُوْرًا'' بنا دیتی ہے۔

ب :...... ریا کاری عمل صالح کو باطل اور برباد کر دیتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ

كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۖ لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٢٦٤﴾

(البقرة: ٢٦٤)

''اے ایمان والو! تم اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر برباد نہ کرو، جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کو دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے، اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے نہ قیامت کے دن پر۔ پس اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے، جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو، پھر اس پر زور دار بارش برسے، اور وہ اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے۔ ان ریاکاروں نے جو کچھ کمایا تھا اس میں سے انھیں کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا، اور اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس سخت دل کی مثال جسے ریاکاری سے چھپالیا گیا ہے ایسی ہے، جیسے کسی پتھر و چٹان پر مٹی جم جائے، اور حقیقت میں اس پتھر و چٹان پر کوئی سبزہ اور نرمی نہیں ہوتی، اور تھوڑی سی مٹی نے اس پتھر کی سختی کو ڈھانپا اور چھپایا ہوتا ہے۔ اور دیکھنے والے کی آنکھ دھوکہ کھا جاتی ہے، وہ سمجھتا ہے کہ جب اس پر بارش برسے گی تو پودے اگیں گے، لیکن جب بارش برستی ہے تو مٹی دھل کر صاف ہوجاتی ہے اور سخت پتھر باقی رہ جاتا ہے۔ بالکل یہی مثال اس آدمی کے سخت دل کی ہے جو ریاکاری اور دکھلاوے کے لیے خرچ کرتا ہے۔ یہ آدمی ایمان باللہ سے عاری و خالی اور سخت دل ہوتا ہے، لیکن ریاکاری اس کے سخت دل کو چھپاتی ہے اور ظاہر نہیں ہونے دیتی۔

جس وقت زور دار بارش اس پتھر پر جمی تھوڑی سی مٹی کو لے جاتی اور ختم کر دیتی ہے، تو اس پتھر کی پوشیدہ حالت ظاہر ہوجاتی ہے، اور اس کی قساوت و بے روئیدگی نمایاں ہوجاتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ اس پر کوئی پھل، پودا، نباتات اور ہریالی نہیں اُگے گی، اور جو اُگے گی اسے زمین کے اوپر سے اس کی جڑ سے ہی اکھیڑ لیا جائے گا، اس کا وہاں ٹھہرنا ممکن نہیں ہوگا۔ بالکل یہی مثال اس آدمی کی ہے جو ریاکاری کرتا ہے، اسے کوئی نیکی و ثواب

حاصل نہیں ہوتا، بلکہ وہ تو ایک ایسے گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے جسے اس دن کے برے انجام کا ضرور سامنا کرنا ہوگا۔ ''جس دن نہ مال و دولت فائدہ دیں گے اور نہ ہی اولاد کام آ سکے گی، ہاں! البتہ وہ شخص کامیاب ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے پاس قلب سلیم لے کر حاضر ہوا۔''

یہی ریا کاری کی غایت و نہایت ہے جو کہ اعمال صالحہ کے فوائد و ثمرات کو ایک ایسے وقت میں باطل و برباد کر دے گی۔ جب عمل کرنے والا کسی مدد و نصرت اور اپنی قوت کے بچاؤ کی طاقت نہیں رکھے گا، اور نہ ہی اس میں یہ استطاعت اور ہمت ہوگی کہ عذاب کو دور کر سکے۔ اے انسان! اللہ جل ثناءہ کے اس فرمان ذی شان میں غور و فکر کر۔

﴿ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ ﴾ (البقرة: ٢٦٦)

''کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں، اور اس میں ہر قسم کے پھل موجود ہوں، اور اس شخص پر بڑھاپہ پہنچ چکا ہے، اور اس کے ننھے ننھے کمزور بچے ہوں، اور (اس حالت میں) اچانک وہ باغ ایک آندھی کی زد میں آ جائے جس میں آگ ہو، پس وہ باغ جل کر (راکھ) ہو جائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیتوں کو بیان کرتا ہے، تا کہ تم غور و فکر کرو۔''

انسان کے تمام اعمال صالحہ کی مثال ایک ایسے خوبصورت اور لمبی شاخوں والے باغ کی طرح ہے، جس کے سائے دراز و فراخ اور گھنے و لمبے ہوں، اور اس باغ میں ہر طرح کی آسائش و آرام، راحت و خوشی، خیر و برکت، صفائی و ستھرائی کی بہتات ہو۔ پھر کون ایسا شخص ہے جو چاہتا ہے کہ مذکورہ بالا اوصاف والا باغ اس کی ملکیت میں ہو، پھر وہ اپنے خوبصورت باغ یعنی نیک اعمال میں ریا کو داخل کرے، پھر ریا اس خوبصورت باغ یعنی نیک اعمال کو تباہ

وبرباد، اکارت اور ضائع کردے، اور اس کی حالت ایسی کردے گویا کہ کل وہاں پر کچھ تھا ہی نہیں۔

یہ بات کیسے کوئی پسند کرسکتا ہے؟ بلکہ یہ اپنے خوبصورت باغ کو اپنی کمزوری و بےبسی اور بڑھاپے کے باوجود بچانے کی کوشش ضرور کرے گا، کیونکہ اسے اپنے باغ کے سائے کی بہت زیادہ حاجت وضرورت ہے۔ ذرا اس دن کے متعلق بھی سوچئے ﴿ **يَـوْمَ لَا ظِـلَّ اِلَّا ظِـلُّـه سبحانه و تعالٰی** ﴾ ...... ''جس دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَخْـوَفَ مَـا أَخَـافُ عَـلَيْـكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ . قَالُوْا: وَمَا اَلرِّيَاءُ، يَقُوْلُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِذَا جُزِىَ النَّاسُ بِأَعْمَالِهِمْ ، اِذْهَبُوْا إِلَى الَّذِيْنَ كُـنْتُمْ تُرَاؤُوْنَ فِى الدُّنْيَا ، فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً .)) [1]

''سب سے زیادہ خوفناک چیز جس کا میں تم پر خوف کھاتا ہوں، وہ شرکِ اصغر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ریا کاری کیا ہے، جب قیامت کے دن لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ریا کار لوگوں سے فرمائے گا۔ چلے جاؤ ان لوگوں کی طرف جن کو تم دنیا میں دکھلاتے تھے۔ اور دیکھو کہ ان سے کیا بدلہ پاتے ہو۔ (یعنی جن کو دکھانے کی خاطر عمل کرتے تھے، آج انہی کی طرف جاؤ۔ کیا وہ تمھیں کچھ بدلہ دیتے ہیں؟)''

اس دن ریا کار انسان نے جو کچھ بھی لوگوں کو دکھانے کی خاطر خرچ کیا ہوگا، اس پر کف افسوس ملے گا، اللہ تعالیٰ اس دن ریا کار لوگوں کو ان کے اعمال اس طرح دکھائے گا کہ وہ ان کے لیے باعث حسرت وندامت بن جائیں گے۔

---

[1] مسند أحمد: ٤٢٨/٥۔٤٢٩۔ شرح السنة للبغوی: ٣٢٤/١٤، رقم: ٤١٣٥۔ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے، مزید دیکھیں، صحیح الترغیب والترهیب، رقم الحدیث: ٢٩ .

اے اسلامی بھائی! ریا کاری سے اپنے آپ کو بچالے، کیونکہ یہ بڑی سخت آزمائش اور ایسی بیماری ہے جو کہ انسان کے اعمال کو ''هَبَآءً مَّنْثُوْرًا'' کر دیتی ہے۔

۳ انفرادی اور اجتماعی طور پر ریا کاری کے خطرات:

الف :......ریا کاری ہی شرک خفی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلا أُخْبِرَكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِيْ مِنَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ: الشِّرْكُ الْخَفِيُّ . أَنْ يَقُوْمَ الرَّجُلُ ، فَيُصَلِّيْ فَيُزَيِّنُ صَلاتَهُ لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ .)) [1]

''کیا میں تمھیں وہ بات نہ بتلاؤں جو میرے نزدیک تمہارے اوپر مسیح دجال سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔ (چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:) وہ شرک خفی ہے، یعنی جب نمازی کسی شخص کو اپنی طرف دیکھتا ہوا محسوس کرے تو اپنی نماز کو مزین کر کے اچھی طرح پڑھنے لگے۔''

ب :......ریا کاری انسان کو حقیر و ذلیل بنا دیتی ہے۔

اے مخلص بندے! ریا کار لوگوں کا شہروں میں گھومنا پھرنا، اور بندوں پر تسلط و حکمرانی کرنا تجھے ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے، اور تو ان کی سواریوں کی کثرت اور ان کے عظیم الشان جلوس و جماعتوں سے غمگین و پریشان نہ ہو۔ کیونکہ معصیت و نافرمانی کا طوق ان کی گردنوں میں پڑ چکا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ایسے بد بخت و ریا کار لوگوں کی ہرگز ضرورت نہیں، بلکہ ایسے نافرمان لوگوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ذلیل و رسوا کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَمَّعَ النَّاسَ بِعَمَلِهٖ ، سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ مَسَامِعَ خَلْقِهٖ ، وَصَغَّرَهٗ وَحَقَّرَهٗ .)) [2]

---

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث: ٤٢٠٤ ۔ یہ حدیث حسن ہے۔

[2] صحيح الترغيب والترهيب: ١/ ١٦،

'' جس شخص نے اپنا عمل لوگوں کو سنانے کے لیے کیا تو اللہ تعالیٰ بھی مخلوق کے کانوں میں یہ بات پہنچا دیتا ہے کہ یہ آدمی ریا کار ہے، اور اسے ذلیل و رسوا اور حقیر کر دیتا ہے۔''

ج :...... ریا کاری انسان کو آخرت کے ثواب سے محروم کر دیتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((بَشِّرْ هٰذِهِ الْاُمَّةَ بِالسَّنَاءِ وَالدِّيْنِ وَالرِّفْعَةِ وَالتَّمْكِيْنِ فِي الْاَرْضِ ، فَمَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعَمَلِ الآخِرَةِ لِلدُّنْيَا ، لَمْ يَكُنْ لَهُ فِي الآخِرَةِ نَصِيْبٌ .)) [1]

'' (اے نبی ﷺ!) اس امت کو بلندیٔ مرتبہ اور زمین میں غلبے، اور اللہ کی مدد، اور دین اور رفعت کی بشارت سنا دو، اور اُن میں سے جو شخص آخرت کے عمل کو دنیا کی خاطر کرے گا، تو آخرت میں اس کے لیے کچھ حصہ نہ ہوگا۔''

ث :...... ریا کاری، گمراہی وضلالت کو زیادہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ⑨ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ⑩ ﴾ (البقرۃ: ۹۔۱۰)

'' وہ اللہ سے دھوکہ بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لے آئے، حالانکہ وہ اپنے علاوہ کسی کو دھوکہ نہیں دے رہے اور وہ نہیں سمجھتے کہ ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے پس اللہ نے انھیں بیماری میں مزید بڑھا دیا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔''

د :...... ریا کاری اُمت کی شکست کا سبب بنتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] مسند احمد: ۱۳۴/۵، رقم الحدیث: ۲۱۲۲۴، مستدرك حاكم: ۳۱۸/٤، رقم الحدیث: ۷۹٦۵۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

((إِنَّمَا يَنْصُرُ اللّٰهُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعِيْفِهَا ، بِدَعَوٰتِهِمْ ، وَصَلَاتِهِمْ ، وَإِخْلَاصِهِمْ .)) [1]

''اللہ تعالیٰ اس اُمت کی مدد اس کے ضعیف لوگوں کی دُعا، اور ان کی نماز، اور ان کے اخلاص کے ساتھ کرتا ہے۔''

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں رسولِ کریم ﷺ نے واضح کر دیا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے لیے اعمال میں اخلاص وللّٰہیت پیدا کرنا دشمنانِ اسلام کے خلاف مسلم امہ کی مدد و نصرت کا سبب ہے۔ اور اگر اخلاص ختم ہو جائے تو پھر ریا کاری اور نفاق ہی باقی بچے گا جو کہ اس اُمت کے دشمنوں کو غلبہ وتسلط دے دیتا ہے۔ (اور اخلاص نہ ہونے کے باعث اہل اسلام کو شکست و ریخت کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔)

اے اہل اسلام! یقیناً بدر کبریٰ (یعنی جنگ بدر) کے مواعظ و دروس ان مخلص لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ قائم و دائم رہیں گے، جو کہ کفار سے نبرد آزمائی کے انتظار میں ہیں، اور ان کے موقف میں ذرہ برابر بھی تغیر وتبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٤٧﴾﴾ (الانفال: ٤٥ـ٤٧)

''اے ایمان والو! جب تم دشمن کے کسی لشکر سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو، اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو، تا کہ تمھیں کامیابی حاصل ہو۔ اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو، اور آپس میں مت جھگڑو، ورنہ بزدل ہو جاؤ گے، اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی، اور صبر سے کام لو، یقیناً اللہ صبر کرنے

---

[1] سنن النسائی، کتاب الجهاد، رقم: ٣١٧٨ـ صحيح الترغيب والترهيب: ١/ ٦، رقم: ٥.

والوں کے ساتھ ہے۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ، جو اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے، اور لوگوں کے سامنے ریا کاری (دکھاوا) کرتے ہوئے نکلے، اور وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے، اور اللہ ان کے کارناموں سے پوری طرح واقف ہے۔''

یہ تعلیم ربانی ہمیشہ باقی رہے گی اور اس مومن جماعت کو۔ جو ہمیشہ سے اعداء الدین سے قتال کر رہی ہے۔ اس بات سے ڈراتی اور روکتی رہے گی کہ وہ قتال فی سبیل اللہ کے لیے تکبّر، خود پسندی، خود نمائی، اکڑتے، اتراتے اور فخر وغرور کرتے ہوئے نہ نکلیں، کیونکہ مؤمن آدمی صرف اسی لیے قتال فی سبیل اللہ کے لیے نکلتا ہے: ﴿ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ﴾ ''تا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے۔'' اور یقیناً جنگ بدر کے دن، تکبر، فخر وغرور، ریا کاری، دکھلاوے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے والی صورت مومنین کی جماعت کے بالکل سامنے تھی۔ وہ جنگِ بدر کے دن اپنی آنکھوں سے اس بات کا مشاہدہ کر رہے تھے کہ کفار و مشرکین تکبر، فخر وغرور سے اکڑتے، اتراتے، اور اپنے بڑے لشکر کی جمعیت وقوت، اور اپنے سواروں اور پیادوں پر فخر وغرور کرتے ہوئے نکل رہے ہیں، تا کہ بدر کے کنویں پر پہنچ کر گانے والی کنجریوں سے مجرے اور گانے سنیں، اور ان کی ہیبت اور شان وشوکت جمی رہے۔ اور اہل عرب ان کی کثرتِ تعداد اور مسلح لشکروں کو دیکھ کر اِن سے خوف زدہ اور مرعوب رہیں، لیکن ایسی ریا کاری ختم ہونے کے بالکل قریب ہوتی ہے، اور اس کا انجام خسارہ و نقصان اور خاتمہ انتہائی برا ہوتا ہے۔ یقیناً بدر کے دن مشرک اپنے فخر وغرور اور تکبر کی وجہ سے ذلیل وخوار ہو گئے، اور بدر کا معرکہ ان کے لیے کمر توڑ ثابت ہوا۔

اسی طرح آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ صہیونی غنڈے فخر وغرور سے اکڑتے اور اتراتے ہوئے مسجد اقصیٰ پر قابض ہو چکے ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں پر ظلم و بربریت کی انتہا کردی

ہے۔ یقیناً ایسا دن قریب ہے، جس دن ان کا انجام بھی مشرکین مکہ جیسا ہوگا، اور ان کا فخر و غرور بھی خاک میں مل جائے گا، بشرطیکہ امت مسلمہ اپنے گناہوں سے توبہ کرے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، اور اپنے دین یعنی جہاد و قتال کی طرف دوبارہ پلٹ آئے۔ پھر اس دن مخلص مؤمن اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے خوشیاں منائیں گے۔ أَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ .

ساتویں فصل

وہ امور جو ریا کاری میں شمار نہیں ہوتے

وہ اُمور جو ریا کاری میں شمار نہیں ہوتے، درج ذیل ہیں:

① کسی آدمی کی تعریف اس کے نہ چاہتے ہوئے کی جائے:

جس وقت کوئی آدمی کسی نیک کام کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور اخلاص کے ساتھ شروع کرے، پھر اس نیک کام کو اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ہی ختم کرے، پھر اگر اللہ تعالیٰ اس کے نیک کام سے دنیا والوں کو مطلع اور آگاہ کر دے، حالانکہ وہ خود اپنے عمل کی تشہیر اور لوگوں تک اس کی اطلاع کو ہرگز پسند نہ کرتا ہو۔ اس کے بعد اگر وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور احسان کی وجہ سے خوشی وراحت محسوس کرے، تو ایسے شخص کا خوش ہونا عین اطاعت الٰہی ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸﴾

(یونس: ۵۸)

''آپ کہہ دیجیے کہ انھیں اللہ کے اس فضل اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے۔ یہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے، جنھیں وہ جمع کرتے ہیں۔''

سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں، جو اچھے اعمال کرتا ہے، اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ."

''یہ مومن کی فوری وجلدی بشارت ہے۔''

یعنی آخرت میں جو اجر وثواب ہے، وہ الگ ہے، یہ دنیا ہی میں اس کے لیے خوشی وخوشخبری ہے کہ لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ [1]

۲ مخلص، نیک اور عبادت گزار بندوں کو دیکھ کر عبادات اور اعمال میں چست ہونا:

اسی طرح مخلص آدمی اپنی شہرت ومشہوری سے دور بھاگتا اور اسے ناپسند کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت وعزت ڈال دیتا ہے، اور خطہ ارض (پر بسنے والوں) میں اس کے لیے قبولیت رکھ دیتا ہے، پھر یہ مخلص آدمی اللہ کے فضل وکرم کے ساتھ خوش ہوتا ہے۔ جبکہ ریاکار بندہ اپنی شہرت ومشہوری کے لیے اور زمین میں قبولیت چاہنے کی خاطر دشوار ترین گھاٹیوں کو عبور کرتا اور انتہائی گھٹیا طریقے اختیار کرتا ہے۔ وہ اس شہرت ومشہوری کو حاصل کر کے کیا کرے گا، جبکہ قیامت کے دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام مخلوقات کے سامنے اس کی فاسد اور گندی نیت کو ظاہر کر کے اُسے ذلیل و رسوا کرے گا۔ اس کی وضاحت پیچھے گزر چکی ہے۔

امام ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آدمی کبھی کبھی تہجد گزار بندوں کے ساتھ رات بسر کرتا ہے جو کہ رات کا اکثر حصہ اللہ کی عبادت ونماز وغیرہ میں گزارتے ہیں، جبکہ یہ بندہ اس سے قبل رات کا کچھ حصہ اللہ کی عبادت اور قیام اللیل وغیرہ میں گزارتا تھا لیکن انھیں دیکھ کر وہ بھی ان کی موافقت کرتے ہوئے رات کا اکثر حصہ عبادت وریاضت وغیرہ میں گزارنے لگتا ہے۔ یا انھیں روزہ رکھتے دیکھ کر وہ بھی روزے رکھنا شروع کر دیتا ہے۔ اور اگر وہ نہ ہوتے تو اس کی عبادت وغیرہ میں یہ کثرت وچستی کبھی پیدا نہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ٢٦٤٢۔ سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، رقم: ٤٢٢٥۔ مسند احمد: ٥/ ١٥٦، ١٥٧، ١٦٨۔ شرح السنة: ١٤/ ٣٢٧.

ہوتی، اس لیے گمان کرنے والا کبھی یہ گمان کرلیتا ہے کہ یہ تو ریاکاری ہے، حالانکہ علی الاطلاق ایسا نہیں ہے، بلکہ اس میں قدرے تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ ہر مؤمن شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رغبت اور شوق تو ضرور رکھتا ہے، لیکن بعض مشاغل زمانہ اس کے سامنے اللہ کی عبادت میں رکاوٹ کھڑی کردیتے ہیں، اور غفلت و لاپرواہی اس پر غالب آجاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ عبادات میں سست پڑ جاتا ہے۔ اور بسا اوقات نیک وعبادت گزار بندوں کا مشاہدہ اور ان سے میل جول اس کی غفلت و لاپرواہی اور مشاغل زمانہ جیسی بڑی بڑی رکاوٹوں کو دُور کرنے کا سبب و ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان جب اپنے گھر میں ہوتا ہے تو نیند و آرام اور بستر کو پسند کرتا ہے، اور اپنی بیوی سے فائدہ حاصل کرتا ہے، لیکن جب کسی اجنبی گھر میں رات بسر کرتا ہے تو مذکورہ بالا رکاوٹیں، اور مشاغل اس سے دُور ہوجاتے ہیں، اور اسے ایسے اسباب و وسائل میسر ہوجاتے ہیں جو کہ اعمال صالحہ کا محرک اور سبب بنتے ہیں، ان اسباب و وسائل میں صالحین، عابدین، نیک اور عبادت گزار بندوں کا مشاہدہ بھی شامل ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جس وقت اس کی عبادت میں کثرت وچستی ان مشاغل کے زائل ہونے کی وجہ سے ہو، تو یہ اس کے لیے بہت زیادہ اچھی بات ہے، اور اگر اس کی عبادت میں کثرت وزیادتی اس گمان سے ہو کہ وہ بھی ان سے عبادت میں کم نہ سمجھا جائے، تو پھر اس کے لیے تباہی و بربادی اور ہلاکت وخسارہ ہے۔ (کیونکہ یہی تو ریاکاری ہے۔)'' [1]

اور درج بالا قول کی دلیل سنت نبوی ﷺ میں بھی موجود ہے کہ آدمی جب نیک لوگوں سے علیحدگی اور دُوری اختیار کرلیتا ہے، تو پھر عبادات میں بھی سست پڑ جاتا ہے، اور جب نیک

[1] مختصر منهاج القاصدين، ص: ٢٨٨.

وعبادت گزار بندوں میں داخل ہوتا ہے، تو عبادات کے لیے نئے سرے سے مستعد اور ہشاش بشاش ہوجاتا ہے۔سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَـا مِنْ ثَـلَاثَة فِیْ قَرْیَةٍ ، وَلَا بَدْوٍ ، لَا تُقَامُ فِیْهِمُ الصَّلٰوۃُ، إِلَّا قَـدْ اِسْتَـحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطَانُ ، فَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَةِ ، فَإِنَّمَا یَأْکُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِیَةَ .)) ❶

''کسی بستی یا صحراء وجنگل میں تین آدمی (اکٹھے) ہوں، اور وہ باجماعت نماز ادا نہ کرتے ہوں، تو ان پر شیطان غلبہ حاصل کرلیتا ہے تم جماعت کو لازم پکڑو، کیونکہ بھیڑیا اس بکری کو کھاجاتا ہے، جو (باقی بکریوں سے) الگ ہو۔''

۳ گناہوں کو چھپانا:

اگر کوئی مسلمان کسی فحاشی و بدکاری، گناہ ومعصیت کا ارتکاب کر بیٹھے، تو اس پر واجب ہے کہ سب سے پہلے وہ خود اپنے ان گناہوں پر پردہ ڈالے اور انھیں لوگوں کے سامنے بیان نہ کرتا پھرے اور نہ ہی ان کی تشہیر کرے، کیونکہ گناہوں کی اشاعت وتشہیر سے ایمان والوں میں فحاشی و بدکاری پھیل جاتی ہے اور لوگوں کے دلوں سے حدود اللہ کی اہمیت وعظمت اُٹھ جاتی ہے۔ پھر وہ اللہ کی حدوں کا پاس نہیں رکھتے اور انھیں حقیر و ہلکا خیال کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ ﴾ (النور: ۱۹)

''یقیناً جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں فحاشی اور بے حیائی کی

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۵٤۷۔ سنن نسائی، کتاب الإمامة، رقم : ۸٤۷۔ مسند احمد: ۱۹٦/۵۔ اس حدیث کی سند''حسن'' درجہ کی ہے۔

اشاعت ہو، ان کے لیے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے، اور آخرت میں بھی۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا::

((كُلُّ أُمَّتِيْ مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ ، وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ، ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ ، فَيَقُوْلُ يَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا ، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سَتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ .)) [1]

'' میری ساری اُمت کو معاف کر دیا جائے گا، مگر کھلم کھلا اور اعلانیہ گناہ کرنے والوں کو معاف نہیں کیا جائے گا اور یہ بے حیائی کی بات ہے کہ آدمی رات کے وقت کوئی گناہ کا کام کرے پھر باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کی ہو صبح ہوتے ہی ایک ایک سے کہتا پھرے کہ میں نے آج رات فلاں فلاں بُرا کام کیا ہے۔ حالانکہ رات بھر اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ کو چھپائے رکھا، لیکن جب صبح ہوئی، تو وہ خود اللہ کے پردے کو کھولنے لگا۔'' [2]

---

[1] صحيح بخاري مع الفتح : ٤٨٦/١٠، كتاب الادب، رقم: ٦٠٦٩۔ صحيح مسلم: ١١٩/١٨ مع النووى ، باب النهى عن هتك الانسان ستر نفسه، رقم : ٧٤٨٥.

[2] مولانا داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''مثل مشہور ہے کہ ایک تو چوری کرے اوپر سے سینہ زوری کرے، اگر آدمی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے، تو اسے چھپا کر رکھے شرمندہ ہو، اللہ سے توبہ کرے نہ یہ کہ ایک ایک سے کہتا پھرے کہ میں نے فلاں گناہ کیا ہے یہ تو بے حیائی اور بے باکی ہے۔ (بخاری، رقم الحدیث: ٦٠٦٩) ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ قیامت کے دن مسلمانوں میں سے ایک گناہ گار شخص اپنے رب کے قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا اور فرمائے گا: تو نے (فلاں دن دنیا میں) یہ یہ برے کام کیے تھے۔ وہ عرض کرے گا: بے شک (پروردگارِ مجھ سے خطائیں ہوئی پر تو تو غفور رحیم ہے) غرض (سارے گناہوں کا) اس سے اقرار کرائے گا۔ پھر فرمائے گا کہ دیکھ میں نے دنیا میں تیرے گناہ چھپائے رکھے (اور لوگوں میں تجھے بدنام نہ کیا)، لہٰذا میں تجھے آج بھی معاف کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری، رقم: ٦٠٧٠)

اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گناہ اور معصیت کو چھپانا ریا کاری ہے، اور اپنے گناہوں اور عیبوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا اخلاص ہے، تو یقیناً اُن پر یہ تلبیس ابلیس ہے، اور شیطان نے ان پر تسلط اور غلبہ حاصل کرلیا ہے، اور اُن پر اصل معاملہ خلط ملط کر دیا ہے۔ ہم اس گمراہی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

۴ کپڑوں اور جوتوں وغیرہ کو خوبصورت رکھنا:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ ، قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُهُ حَسَنًا ، وَنَعْلُهُ حَسَنَةً ، قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ . اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ .)) [1]

''جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کہ ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کا جوتا عمدہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر اپنی انانیت کی وجہ سے حق بات کو جھٹلانے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔''

۵ شعائر اسلام کا اظہار کرنا:

دین اسلام ایسی عبادات کو متضمن ہے جن کا اخفاء اور انھیں چھپانا کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔ مثلاً حج، عمرہ، جمعہ وغیرہ۔

ان عبادات کا اظہار ریا کاری میں شمار نہیں ہوتا، کیونکہ یہ عبادات فرائض سے تعلق رکھتی ہیں، اور ان فرائض کا حق یہی ہے کہ ان کی تشہیر اور اعلان کیا جائے، کیونکہ یہ اسلام کی علامات اور دین کے شعائر ہیں، اور اس لیے بھی کہ ان کا تارک اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ چنانچہ ان عبادات کا اظہار کر کے اللہ کی ناراضگی کو دور کرنا واجب ہوگا۔

---

[1] صحيح مسلم، رقم: ٢/ ٨٩ مع نووى، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه، رقم : ٢٦٥.

اور اگر کوئی نیک کام نفلی ہو تو اس کا حق یہی ہے کہ اسے مخفی اور پوشیدہ رکھا جائے، کیونکہ نفلی کام چھوڑنے کی وجہ سے آدمی کو ملامت نہیں کیا جائے گا اور اس میں کسی تہمت کا بھی کوئی امکان نہیں ہے اور اگر وہ کسی نیک کام کا اظہار اس نیت سے کرے کہ دوسرے لوگ بھی اس نیک کام میں اس کی اقتداء اور پیروی کریں تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے۔

ریا کاری تو یہ ہے کہ کوئی شخص کسی نیک کام کا اظہار اس ارادہ ونیت سے کرے کہ لوگ اس کو دیکھیں اور پھر اس عمل کی وجہ سے اس کی تعریف کریں۔

آٹھویں فصل

ریا کاری کا علاج

معزز قارئین کرام! آپ کو یقیناً یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ ریا کاری اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث وسبب ہے، اور عمل کو برباد اور ضائع کر دیتی ہے۔ اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ ریا کاری مہلکات میں سے ہے۔ لہٰذا جو چیز اس قدر مہلک ہو اور اس کا انجام اتنا خطرناک ہو تو بہت زیادہ ضروری ہے کہ اس سے بچنے کی بھرپور کوشش اور جدوجہد کی جائے۔

ریا کاری کا علاج علم وعمل سے مرکب ہے۔ اس کا ذائقہ بہت کڑوا اور کسیلا ہے، لیکن اس کا انجام شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہے۔ ذیل میں ہم اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

۱ اقسام توحید کی معرفت حاصل کرنا:

یقیناً اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی معرفت و پہچان دل کو ضعف و کمزوری سے پاک و صاف کر دیتی ہے۔ جب بندے کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ صرف اللہ ہی وہ ذات ہے جو جب چاہے نفع اور نقصان پہنچا سکتا ہے۔ تو پھر لوگوں کا خوف اور ڈر اس کے دل سے نکل جائے گا۔ اور شیطان نے اس کے سامنے جو یہ بات مزیّن کر کے پیش کی تھی کہ وہ لوگوں کی مذمت سے ڈرتے ہوئے، اور لوگوں سے اپنی مدح وتعریف کا طمع ولالچ رکھتے ہوئے ان کے سامنے عبادت میں حسن اور خوبصورتی پیدا کرے۔ وہ بھی ختم ہو جائے گی۔

اسی طرح جب بندے کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے یعنی خیانت کرنے والی آنکھوں سے پوری طرح باخبر ہے، اور دلوں میں چھپی باتوں سے پوری طرح واقف اور آگاہ ہے۔ تو پھر وہ اپنے دل سے لوگوں کے خیال کو نکال کر دور پھینک دے گا، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت و بندگی اس طرح کرے گا گویا کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے، اور اگر اس سے ایسا ممکن نہ ہو تو وہ یہ دھیان ضرور رکھے گا کہ یقیناً اللہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔

اے مومن بندے! تجھ پر اللہ تعالیٰ کی اطلاع ہی کافی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ يُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ ﴾ (الزمر: ٣٦)

''کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟ یہ لوگ آپ کو اللہ کے سوا اَوروں سے ڈرا رہے ہیں، اور جسے اللہ گمراہ کردے اس کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں۔''

اور جب بندے کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ عظیم ''وقدیر'' ہے تو اس کے دل میں اللہ کی عظمت و بڑائی بیٹھ جائے گی، اور اس کا دل اللہ کی محبت میں مشغول ہوگا۔

اور اسی طرح محبتِ الٰہی کی تروتازگی، ایمان کی حلاوت ومٹھاس اور توحید کی خوشبو کے سامنے ریاکاری کا پردہ چاک ہو جائے گا۔

۲ آخرت کی لازوال نعمتوں اور دردناک عذاب کو یاد رکھنا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ۝ ﴾

(الکہف: ۱۱۰)

''آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود برحق صرف ایک ہی معبود ہے، تو جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی اُمید وخواہش رکھتا ہو، پس لازم ہے کہ وہ نیک عمل کرے، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائے۔''

اللہ تعالیٰ نے عمل صالح کو اپنی ملاقات کی اُمید کے ساتھ ملایا ہے۔ چنانچہ اللہ کی اس ملاقات میں جو نعمتیں وسعادت مندیاں یا عذاب و بدبختی ہوگی، اس کی پہچان حاصل کرنا

نہایت ضروری ہے۔

یہاں ایک لطیف نکتہ ہے، وہ یہ کہ آدمی جب ان باغات، چشموں اور جنت کی مختلف نعمتوں کو ہر وقت یاد رکھے گا جو کہ اللہ تعالیٰ نے پرہیزگار لوگوں کے لیے تیار کر رکھی ہیں، تو پھر وہ اس لذت وخوشی کو حقیر سمجھے گا، اور اسے کچھ اہمیت نہیں دے گا جو کہ لوگوں کی مدح و تعریف سے پیدا ہوتی ہے۔

اور آدمی جب جان لے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ریاکار لوگوں کے لیے ''ویل'' تباہی و بربادی، ہلاکت اور جہنم کی آگ کا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، تو پھر یہ بڑی عاجزی و انکساری کو اختیار کرے گا اور توبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑے گا، تا کہ یہ بھی نجات پانے والوں میں سے ہو جائے اور پھر یہ دنیا والوں کی مذمت اور ملامت کی کچھ پروا نہیں کرے گا۔

۳ ریاکاری کے انجام سے خوف کھانا اور ڈرنا:

آدمی جب کسی خطرناک چیز سے ڈرتا ہے، اور بدستور ڈرتا اور اس سے بچتا رہتا ہے، تو پھر اس سے نجات بھی پا جاتا ہے۔ لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ جب اسے اپنی مدح وتعریف کی آفت کا شوق زیادہ ہو جائے تو اپنے نفس کو ریاکاری کی ہلاکتیں اور آفات یاد دلائے اور اللہ کی ناراضگی و غصے کو یاد کرے، پھر اس رغبت وشوق کا اللہ کی ناراضگی اور غصے سے موازنہ کرے۔ کیونکہ آدمی جب یہ سوچتا ہے کہ لوگ اس کے عمل پر مطلع ہوں، اور اسے بنظر استحسان دیکھیں تو پھر اس کی اپنی تعریف کی چاہت مزید بھڑک اٹھتی ہے۔ جبکہ ریاکاری کی آفات اور تباہ کاریوں اور ہلاکتوں کو یاد کرنے سے آدمی کے دل میں ریاکاری سے نفرت اور کراہت پیدا ہوتی ہے۔

۴ اللہ کی ملامت و مذمت سے ڈرنا اور دور بھاگنا:

دنیا والوں کی ملامت اور مذمت سے ڈرنا، اور اس سے دور بھاگنا ریاکاری کے اسباب میں سے ہے۔ حالانکہ ہر عقل مند انسان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مذمت و ملامت سے ڈرنا اور

اس سے دور بھاگنا زیادہ اولیٰ اور انصاف کے بھی زیادہ قریب ہے۔

اے خواہشات کی پیروی کرنے والے انسان! اگر تو واقعی اپنی مذمت وملامت سے ڈرتا ہے تو پھر لازماً تجھے اللہ کی مذمت اور ملامت سے ڈرنا چاہیے، کیونکہ دوسرے لوگوں کی نسبت اللہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے ڈرا جائے، اور تجھے اسی کی طرف دوڑ لگانی چاہیے، پھر اللہ تعالیٰ بھی تجھے لوگوں کی مذمت اور ملامت سے بچالے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے علاوہ سارے لوگ تجھے ذرا بھی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾﴾ (البقرة: ١٦٦۔١٦٧)

''جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی، ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے، جنھوں نے پیروی کی، اور عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، اور ان کے سارے رشتے ناتے ٹوٹ جائیں گے۔ اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی، کہیں گے کاش! ہم دنیا کی طرف دوبارہ لوٹ جائیں، تو ہم بھی ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں جیسے یہ ہم سے بالکل بے تعلق ہو گئے۔ اسی طرح اللہ انھیں ان کے اعمال حسرتیں بنا کر دکھائے گا، یہ ہرگز جہنم سے نہ نکلیں گے۔''

اے انسان! کیا تو لوگوں کے غضب وغصہ سے ڈرتا ہے؟ حالانکہ اگر تو سچا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

۵ ان اعمال کی معرفت حاصل کرنا جن سے شیطان دور بھاگتا ہے:

شیطان انسان کا واضح اور کھلا دشمن ہے، اور وہی ریا کاری کا اصل منبع اور فتنہ وفساد کی جڑ ہے۔ یہ انسان کے تمام معاملات میں دخل اندازی کرتا ہے۔ اور اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے، تاکہ انسان کی پناہ گاہ اور مضبوط قلعہ کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالے۔ اور یہ شیطان اپنے پیادوں

اور سواروں کو انسان کے خلاف ہانک کر لے آتا ہے، اور انسان کو جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے، حالانکہ شیطان کے سارے وعدے اور اُمیدیں غرور اور دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ اور شروع سے ہی شیطان انسان کے لیے منکرات کو مزین و خوبصورت بنا کر پیش کرتا آیا ہے۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس کو ہر وقت یاد رکھے، تاکہ ریا کاری سے نجات پا جائے۔ اور ریا کاری سے نجات اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب ان امور و اعمال پر مواظبت و مدامت کی جائے، جن سے شیطان مغلوب و ذلیل ہو جاتا ہے اور گوز مارتے ہوئے پیٹھ پھیر کر دور بھاگ جاتا ہے۔

شیطان کو دور بھگانے والے کئی اعمال ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱: ذکر الٰہی
۲: تلاوتِ قرآن
۳: استعاذہ۔ یعنی شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنا
۴: گھر سے نکلتے ہوئے ''بسم اللہ'' پڑھنا
۵: اذان دینا
۶: مصیبت کے وقت ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ﴾ پڑھنا
۷: معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کی تلاوت کرنا
۸: سجدہ تلاوت وغیرہ۔ [1]

٦ عمل کو چھپانا:

مخلص لوگ ہمیشہ ریا کاری سے خوف زدہ رہتے ہیں، اسی وجہ سے وہ اپنے نیک اعمال سے لوگوں کی نظروں کو پھیرنے اور ان سے بچنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، اور اپنے نیک اعمال کو چھپانے اور ان کو مخفی رکھنے کی اتنی زیادہ حرص وتمنا کرتے ہیں کہ اتنی حرص گناہ گار لوگوں کو اپنی بدکاریوں اور گناہوں پر بھی نہیں ہوتی ہے۔ ان تمام اعمالِ صالحہ کو مخفی و پوشیدہ

[1] ایسے امور کی کتاب وسنت سے بادلائل تفصیل کے لیے دیکھئے میری کتاب ''مقامع الشیطان''۔

رکھنے سے ان کی صرف یہی اُمید و آرزو ہوتی ہے کہ ان کا عمل اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہو جائے تا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انھیں ان کے اخلاص کا بہترین بدلہ وصلہ دے۔

اللہ کے نیک اور مخلص بندوں نے اپنی شہرت کا کبھی ارادہ نہیں کیا، اور نہ ہی انھوں نے اپنے آپ کو شہرت کے لیے پیش کیا، بلکہ انھوں نے اس شہرت کے اسباب و وسائل بھی ہرگز تلاش نہیں کیے۔ اللہ نہ کرے، پھر اگر ان کی شہرت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہو جائے تو پھر بھی اس سے دُور بھاگتے اور بچتے ہیں، اور وہ اپنی عدم شہرت اور گمنامی کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ شہرت انسان میں فخر وغرور پیدا کر دیتی ہے۔ اور پھر بالآخر اس کا خاتمہ اور انجام انتہائی رسوا کن ہوتا ہے۔

سیّدنا عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (میرے والد گرامی) سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں اور بکریوں کے پاس تھے کہ اتنے میں مَیں ان کے پاس آیا، جب سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو کہا کہ میں اس سوار کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ پھر جب میں اتر کر سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا، اور بولا کہ اے ابا جان! کیا آپ اپنی بکریوں اور اونٹوں میں رہ کر ایک اعرابی و دیہاتی بننا چاہتے ہیں، جبکہ مدینہ میں لوگ حکمرانی وسلطنت پر جھگڑ رہے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اس کے سینے پر مارا، اور کہا کہ اے میرے بیٹے! خاموش رہ! کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ ، النَّقِيَّ ، الْخَفِيَّ .)) [1]

''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے محبت رکھتا ہے جو پرہیزگار، پاک صاف اور گمنام ہو۔''

اگر سوال اُٹھایا جائے اور کہا جائے کہ اس حدیث مبارکہ میں تو شہرت کی مذمت بیان کی گئی ہے، جبکہ انبیاء علیہم السلام اور ائمہ دین سے بڑھ کر کن کی زیادہ شہرت ہوسکتی ہے۔

---

[1] صحیح مسلم: ۱۸/ ۱۰۰ مع نووی، کتاب التوحید، رقم : ۷۴۳۲۔ شرح السنۃ للبغوی: ۱۵/ ۲۱، ۲۲۔ یہ الفاظ شرح السنۃ کے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ مذموم شہرت وہ ہے جس کی بندہ خود خواہش کرے، لیکن جب یہ شہرت انسان کی خواہش کے بغیر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اُس کو حاصل ہوجائے۔ تو یہ اُس پر عطیۂ خداوندی اور اللہ کا فضل وکرم ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ ''واللہ ذوالفضل العظیم .'' ''اور اللہ بڑے عظیم فضل والا ہے۔''

لیکن اس کے باوجود یہ شہرت بہر حال ضعیف وکمزور لوگوں پر ایک فتنہ وآزمائش سے کم نہیں ہے، کیونکہ ضعیف وکمزور آدمی کی مثال اس ڈوبنے اور غرق ہونے والے کی طرح ہے جو پانی میں تیرنا نہیں جانتا، اگر اس کے ساتھ کوئی دوسرا آدمی لٹک جائے تو یہ خود بھی غرق ہوجائے گا، اور اپنے ساتھی کو بھی لے ڈوبے گا، اور رہی بات اس شخص کی جو پانی میں تیرنے کا ماہر ہے، اگر اس کے ساتھ کوئی غرق ہونے والا لٹک گیا تو یہ اس کی نجات وخلاصی کا سبب اور ذریعہ بن جائے گا۔

۷ لوگوں کی مدح وتعریف اور ان کی مذمت کی پروا نہ کرنا:

انسانوں کی اکثریت لوگوں کی مذمت کے خوف اور ان کی مدح وتعریف کی محبت کی وجہ سے ہلاک وتباہ ہوجاتی ہے۔ چنانچہ یہ لوگ اپنی مدح وتعریف کی اُمید رکھتے ہوئے، اور اپنی مذمت وملامت کے خوف سے اپنی حرکات وسکنات کو لوگوں کی مرضی کے مطابق کردیتے ہیں۔

لہٰذا تُو اس صفت کی طرف دیکھ، جس کے ساتھ تجھے موصوف کیا گیا ہے، اگر اس صفت کا تعلق ان صفات کے ساتھ ہو، جن کے ساتھ خوشی وراحت حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ علم، زہد، ورع، وغیرہ تو پھر تو اس کے برے خاتمے اور انجام بد سے اپنے آپ کو بچا، اور ہوشیار رہ۔ کیونکہ اس سے خوف کھانا اور ڈرنا تجھے اپنی تعریف سے خوش ہونے سے مشغول کردے گا۔

اور اگر تم اپنی تعریف سے اچھے خاتمے اور بہترین انجام کی اُمید رکھتے ہوئے خوش ہوتے ہو، تو پھر آپ کی یہ خوشی اور راحت اللہ کے فضل وکرم کی وجہ سے ہے نہ کہ لوگوں کی تعریف کی وجہ سے۔

اور اگر تعریف وتوصیف ایسی ہو کہ جس کے ساتھ خوشی وراحت حاصل کرنا کسی صورت بھی

جائز و درست نہ ہو، مثلاً جاہ و مال کی وجہ سے کسی کی تعریف کرنا۔ آپ جان لیجیے کہ ایسی تعریف کا انجام انتہائی برا اور گھناؤنا ہوتا ہے، کیونکہ جن چیزوں کی وجہ سے تعریف کی جا رہی ہے، وہ دنیوی چیزیں ہیں اور دنیا فنا ہونے والی ہے، اور اس دنیا کے ساتھ صرف وہی شخص خوش ہوگا، جس کی عقل پر پردہ ہو، اور وہ بے وقوف ہو۔ اور جو شخص اپنی تعریف سے خوش ہوتا ہے، جبکہ حقیقت میں وہ اس کا اہل ہی نہیں ہے، اور ان اوصاف سے بالکل خالی ہے، جن کی وجہ سے اس کی تعریف کی گئی ہے، تو یہ شخص جنون اور دیوانگی کی انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ ھُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸﴾

(یونس : ۵۸)

''آپ کہہ دیجیے کہ انھیں اللہ کے اس فضل اور اس رحمت پر خوش ہونا چاہیے، یہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے، جنھیں وہ جمع کرتے ہیں۔''

اسی طرح اس شخص کی طرف بھی دیکھو جو تمہاری مذمت کرتا ہے، یا تمھیں ملامت کرتا ہے، پس اگر وہ سچا ہے اور خیر خواہی کے ارادے سے ملامت کر رہا ہے، تو تمھیں چاہیے کہ اس کے احسان کا شکریہ ادا کرو، اور غصہ مت کرو، کیونکہ اس نے آپ کے عیوب و نقائص بتا کر آپ کی رہنمائی کی ہے۔

اور اگر تمہاری سمجھ کے مطابق وہ تمھیں مذمت و ملامت کرنے میں سچا نہیں ہے، تو یقیناً اس نے اپنے حق میں برا کام کیا ہے۔ لہٰذا آپ کو اس کی بات سے فائدہ اُٹھانا چاہیے، کیونکہ اس نے تجھے وہ عیوب یاد کروائے ہیں، جنھیں تم خود نہیں جانتے تھے، اور اس نے تجھے تیری وہ خطائیں یاد کرائی ہیں، جنھیں تم خود بھول چکے تھے۔

اور جب آپ پر کوئی جھوٹا الزام لگائے، اور آپ کو کسی ایسی چیز کا طعنہ دے، جس سے آپ بری ہیں تو پھر آپ کو تین باتوں میں غور و فکر کرنا چاہیے۔

اوّل :...... جب تجھے کسی ایسے گناہ کا طعنہ دیا جائے، جس سے آپ کا دامن پاک ہو،

لیکن اس جیسے دیگر عیوب و نقائص سے تو کبھی پاک صاف نہیں ہوسکتا، کیونکہ ہر انسان خطا کار ہے، اور تیرے وہ عیوب و نقائص اور خطائیں، جن پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال دیا ہے۔ وہ ان عیوب اور خطاؤں سے کہیں زیادہ ہیں، جن کے ساتھ تجھے متہم کیا گیا ہے۔ بلکہ تجھے تو اللہ کی اس نعمت پر اس کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے کہ اس مفتری شخص کو تیرے دوسرے عیوب کی خبر اور اطلاع نہیں دی گئی۔ اس لیے وہ ان سے خاموش اور رُکا ہوا ہے۔ لہٰذا اس نے انہی عیوب و نقائص کا طعنہ دیا، جن سے تو بری ہے۔

دوئم :......اگر آپ صبر کریں گے، اور ثواب کی نیت رکھیں گے، تو یہ افتر اُبازیاں آپ کے گناہوں کا کفارہ بن جائیں گی۔

سوم :......اس جاہل اور بے خبر شخص نے آپ پر افتر اُبازی کرکے اپنے دین کا ہی نقصان کیا ہے، اور اس نے اپنے آپ کو اللہ کی ناراضگی اور غضب وغصہ کے لیے پیش کر دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝۱۱۲﴾ (النسآء: ۱۱۲)

''اور جو شخص بھی کوئی خطا یا گناہ کا کام تو خود کرے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگادے، تو یقیناً اس نے بہت بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اُٹھایا۔''

چنانچہ آپ ایسے شخص سے بہت بہتر اور اچھے بن جائیے، اور اسے معاف کر دیجیے، اور درگزر سے کام لیجیے، اور اس کے لیے استغفار کیجیے! کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم پر رحم فرمائے اور تمہاری حفاظت و نگہبانی کرے۔

۸ دُعا کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک ایسی دعا سکھائی ہے کہ جس کے ذریعے ہم بڑے شرک سے بھی نجات پا سکتے ہیں، اور چھوٹے شرک یعنی ریا کاری سے بھی بچ سکتے ہیں۔

چنانچہ ابوعلی الکاہلی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

''سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا، اور فرمایا کہ اے لوگو! اس شرک سے بچ جاؤ، کیونکہ یہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی اور پوشیدہ ہے۔ یہ سن کر عبداللہ بن حزن اور قیس بن مضارب کھڑے ہوئے، اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! جو بات تو نے ابھی کہی ہے، اس کی دلیل بیان کر یا پھر ہم سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ضرور جائیں گے، چاہے ہمیں اجازت ملے یا نہ ملے۔ چنانچہ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو بات میں نے کہی ہے، میں اس کی ضرور دلیل بیان کروں گا۔ وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک دن خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! اس شرک سے بچ جاؤ، کیونکہ یہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی اور پوشیدہ ہے۔ چنانچہ یہ بات سن کر جتنے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم کیسے اس سے بچیں؟ جبکہ وہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی اور پوشیدہ ہے؟ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہ دعا کیا کرو:

((اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُبِكَ أَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا نَعْلَمُهٗ .))

''اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں یہ کہ ہم تیرے ساتھ ایک ذرہ برابر بھی شرک کریں، جسے ہم جانتے ہوں، اور ہم تجھ سے معافی مانگتے ہیں، ان گناہوں کی جنھیں ہم نہیں جانتے۔'' [1]

---

[1] مسند احمد: ۴۰۳/۴۔ اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، سوائے ابوعلی کہ اس کی امام ابن حبان کے علاوہ کسی نے توثیق نہیں کی، لیکن اس حدیث کی۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث شاہد ہے اور اس کی دو سندیں ہیں۔

پہلی سند:...... لیث بن ابی سلیم عن ابی محمد عن حذیفہ کے طریق سے ہے، اس کو ابویعلی نے مسند ابی یعلی: ۶۰/۱ اور ابوبکر المروزی نے ''مسند ابی بکر'' (۱۷) اور ابن السنی نے ''عمل الیوم واللیلۃ'' (۲۸۷) میں روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ سند ضعیف ہے، کیونکہ اس روایت کا راوی لیث بن ابی سلیم مدلس اور مختلط ہے۔

دوسری سند:...... یحییٰ بن کثیر عن سفیان الثوری عن إسماعیل بن أبی خالد عن قیس بن أبی حازم عنہ، اس روایت کو ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' ۱۱۲/۷ میں روایت کیا ہے، اور کہا ہے کہ اس میں سفیان ثوری ⇦⇦⇦

۹ مخلص اور متقی لوگوں سے میل جول رکھنا:

مخلص بندہ تجھے اپنے اخلاص سے تہی دست اور الگ کبھی نہیں کرے گا۔ جبکہ ریاکار شخص یا تو تجھے ہلاکت و بربادی کی طرف لے جائے گا یا پھر تو اس سے ریاکاری کی گندی بو سونگھے گا جو تجھ میں ریاکار لوگوں اور ریاکاری سے محبت و پیار میں اضافے کا سبب بنے گی۔

۱۰ ریاکاری کے اسباب ومحرکات کی معرفت حاصل کرنا:

اس کی تفصیل ریاکاری کے اسباب میں پیچھے گزر چکی ہے۔ اس کی طرف مراجعت فرمالیں۔

⇦⇦⇦ سے روایت کرنے میں یحییٰ بن کثیر منفرد ہیں۔ میں کہتا ہوں یحییٰ بن کثیر ضعیف راوی ہے، لیکن یہ حدیث اپنی سند کے اعتبار سے حسن درجہ کی ہے۔ واللہ اعلم۔

اور اپنے بعض شواہد کی بنا پر جو کہ حلیۃ الاولیاء: ۳۶۸/۸ عن عائشہ رضی اللہ عنہا اور ۳۶/۳ عن ابن عباس کی سند سے ہیں۔ بہرحال یہ حدیث اپنے شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

حرفِ آخر

اے اسلامی بھائی! اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم نافع عطا کرے۔ جان لو کہ یہ ریا کاری کی تمام آفات و بلیات تھیں، لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ ان کے متعلق بہت زیادہ بحث و تحقیق کریں، اور اپنے نفس سے سوال و تفتیش کریں۔ کیونکہ ریا کاری چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی اور پوشیدہ ہے۔

انسان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو یہ سمجھتے ہوئے اخلاص سے مایوس اور نا اُمید کر دے کہ اس پر صرف طاقت ور لوگ ہی قدرت رکھ سکتے ہیں، جبکہ میں تو کمزور اور ضعیف ہوں، اور وہ اخلاص کو حاصل کرنے میں اپنی کوشش و محنت اور جد و جہد کو ترک کر دے۔ کیونکہ ضعیف و کمزور انسان تو دوسروں کی نسبت اس کا زیادہ ضرورت مند اور محتاج ہے۔

اے ہمارے اللہ! ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا مت کرنا، اور نہ ہمیں اپنے نفسوں کے سپرد کرنا، اور ہمیں اپنے دین اسلام پر ثابت قدم رکھنا۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ، سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ اِلَيْكَ .

ریا کاری کی مذمت میں چند دیگر احادیث

[۱] ((عَنْ يَعْلى بْن شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ اَبِيْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ عَلىٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ الرِّيَاءَ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ .)) ❶

''سیّدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہم ریا کاری کو شرک اصغر شمار کرتے تھے۔''

[۲] سیّدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ ، وَمَنْ يُرَائِىْ يُرَائِىُ اللّٰهُ بِهٖ .)) ❷

''جس شخص نے لوگوں کو سنانے کے لیے عمل کیا اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کی بدنیتی سب کو سنا دے گا۔ اور جس نے دکھلاوے کے لیے عمل کیا، اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کا دکھلاوا، ظاہر کر دے گا۔''

امام منذری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

((مَعْنَاهُ: مَنْ اَظْهَرَ عَمَلَهُ لِلنَّاسِ رِيَاءً اَظْهَرَ اللّٰهُ نِيَّتَهُ الْفَاسِدَةَ فِىْ عَمَلِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَفَضَحَهُ عَلَى رُءُوْسِ الْأَشْهَادِ .)) ❸

''اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص اپنا عمل لوگوں کو دکھانے کے لیے کرے گا، تو اللہ تعالیٰ (بھی) قیامت کے دن اس کی فاسد و گندی نیت کو تمام لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے اسے ذلیل و رسوا کرے گا۔''

---

❶ مستدرك حاكم: ٤/٣٢٨، رقم: ٨٠٠٧۔ صحيح الترغيب والترهيب، رقم: ٣٢۔ امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے، اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی موافقت کی ہے۔

❷ صحيح بخاري، كتاب الرقاق، رقم: ٦٤٩٩.

❸ صحيح الترغيب والترهيب للألباني: ١/ ١١٨.

اس حدیث مبارکہ کے کئی اور معانی بھی بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً:

۱: جو شخص اپنا عمل لوگوں کو دکھانے کے لیے کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اس عمل کا ثواب دکھائے گا، لیکن اس کو اس ثواب سے محروم رکھے گا، تاکہ اس کے لیے یہ باعث حسرت بن جائے۔

۲: جو شخص لوگوں کو سنانے کے لیے عمل کرتا ہے تو اللہ بھی لوگوں تک یہ بات پہنچا دیتا ہے کہ اس نے یہ عمل اللہ کے لیے نہیں بلکہ لوگوں کے لیے کیا ہے۔

۳: جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرتا ہے تو اللہ بھی لوگوں کو سنا دیتا ہے، اور یہی چیز اس کا ثواب بن جاتی ہے۔

۴: جو شخص اپنی طرف کوئی ایسا عمل منسوب کرے جو اس نے خود نہیں کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل و رسوا کرے گا، اور اس کے جھوٹ کو ظاہر کر دے گا۔

۵: جو شخص اس نیت و ارادے سے نیک عمل کرتا ہے، تاکہ لوگ اسے دیکھیں، اور اس کی عزت و تعظیم کریں، اور اس کا مرتبہ اُن کے نزدیک بلند ہو جائے تو اسے اس کا مقصود و مطلوب حاصل ہو جاتا ہے، اور یہی اس کے عمل کا بدلہ اور ثواب بن جاتا ہے اور اسے آخرت میں کچھ نہیں دیا جائے گا۔ [1]

[۳] سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (یعنی حدیث قدسی ہے):

((أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ.)) [2]

''میں تمام شریکوں کی بہ نسبت شرک سے سب سے زیادہ بے پروا ہوں، جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ میرے غیر کو بھی شریک کیا، تو میں اسے

---

[1] ملخصًا از شرح مسلم للنووی: ۱۸/ ۹۰۔ فتح الباری: ۱۱/ ۳۳۷۔ السراج الوھّاج للقنوجی: ۸/ ۳۳٦.

[2] صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقاق، باب تحریم الریاء.

اور اس کے شریک دونوں کو چھوڑ دیتا ہوں۔''

یعنی جو عمل لوگوں کو دکھانے اور شہرت حاصل کرنے کے لیے ہو، وہ عنداللہ مقبول نہیں، مردود ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو اسی کے لیے خالص ہو اور کسی دوسرے کا اس میں کچھ حصہ نہ ہو۔

[٤] سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((مَـنْ رَأَى بِشَيءٍ فِي الدُّنْيَا مِنْ عَمَلِهِ وَكَلَّهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَالَ: اُنْظُرْ هَلْ يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا؟)) ❶

''جس شخص نے اپنے عمل میں ریاکاری و دکھلاوا کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اسی کی طرف سونپ دے گا، اور اسے فرمائے گا دیکھ! کیا یہ تجھے کچھ فائدہ دے سکتی ہے؟''

[٥] بخاری شریف کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی سے پردہ اُٹھائے گا:

((فَيَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ، وَيَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ لِلّٰهِ رِيَاءً وَسُمْعَةً، فَيَذْهَبُ كَيْمَا يَسْجُدَ فَيَعُوْدُ ظَهْرُهُ طَبَقًا وَاحِدًا.)) ❷

''ہر مومن اس کے لیے سجدہ میں گر جائے گا، اور صرف وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو ریاکاری اور شہرت و دکھلاوے کے لیے اسے سجدہ کیا کرتے تھے۔ وہ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے، لیکن ان کی پیٹھ تختہ کی طرح ہو کر رہ جائے گی۔''

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

❶ صحيح الترغيب والترهيب للعلامة للألباني، رقم: ٢٩.

❷ صحيح بخاري، كتاب التوحيد، رقم: ٧٤٣٩.